وصیّت نامہ

کیسے لکھا جائے۔؟

وصیّت کی اہمیت اقتباس از کتاب "معاد" استاد محسن قرائتیؒ

وصیّت نامہ آیت اللہ سیّد مرعشی نجفیؒ

ماڈل وصیّت نامہ مرتبہ مولانا صادق حسن

پیغام وحدتِ اسلامی کراچی

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

وصیّت کر کے مرنے والا گویا شہید مرتا ہے
اور جو شخص وصیّت کر کے نہ مرے گویا وہ
اسلام سے قبل کی جاہلیت کی حالت پر مرا۔۔

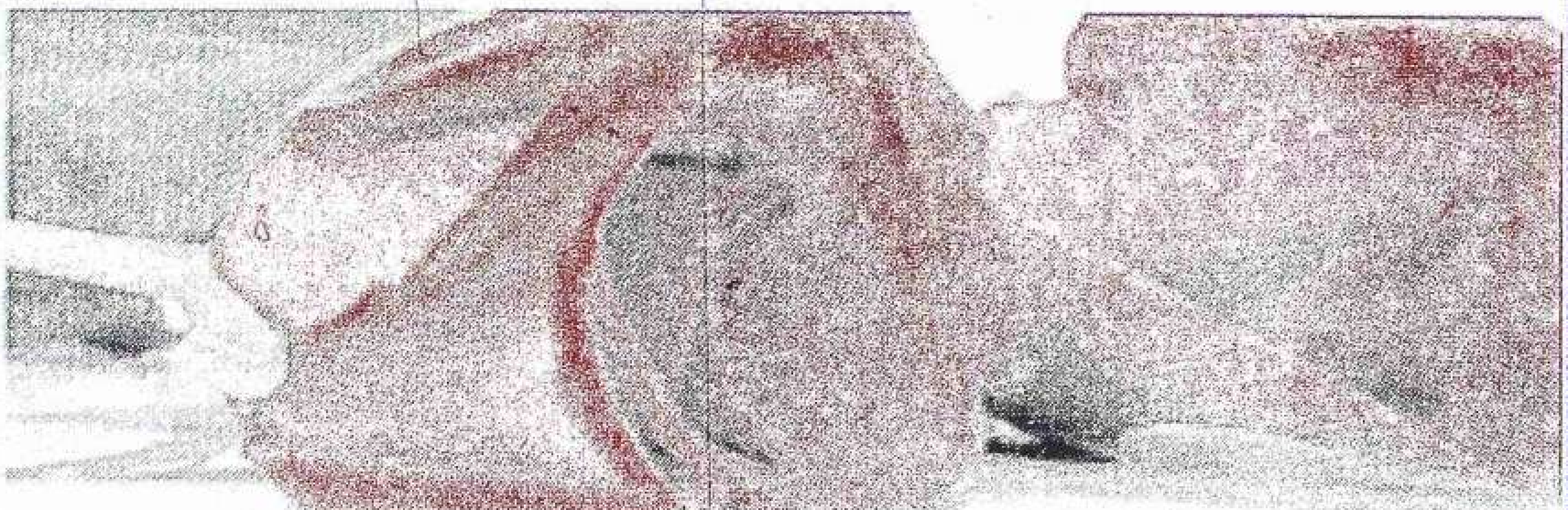

جس شخص نے مرتے وقت اپنے ایسے رشتہ دار
کیلئے وصیّت نہ کی جس تک میراث نہیں پہنچتی
تو اُس نے اپنی زندگی کا اختتام گناہ پر کیا۔۔

علی علیہ السلام

Acc. No. .... Dat..........
Shelf..........
D.D. Class..........
NAJAFI BOOK LIBRARY

وصیّت نامہ

کیسے لکھا جائے۔؟

- وصیّت کی اہمیت (از کتاب ''معاد'' استاد محسن قرائتی)
- وصیّت نامہ آیت اللہ سیّد مرعشی نجفیؒ
- ماڈل وصیّت نامہ (مرتبہ مولانا محمد صادق حسن صاحب)

ناشر

پیغامِ وحدتِ اسلامی

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar No. 2
KARACHI
PH. 7211795

کتاب کی شناخت

نامِ کتاب : وصیّت نامہ کیسے لکھا جائے۔؟

کمپوزنگ : محمد علی کاظمی/ سیّد شاہ زیب علی

پروف ریڈنگ : سیّد رضا عباس عابدی/ سیّد محمد علی زیدی

گرافکس : محمد علی کاظمی/ سیّد محمد علی زیدی

ایڈیشن : چہارم

تعداد : دو ہزار

سالِ طبع : جولائی ۲۰۰۸ء

جملہ حقوق محفوظ ھیں

باہتمام

مدرسۃ القائم علیہ السلام

A-50 بلاک 20، سادات کالونی، فیڈرل بی ایریا، کراچی

فون: 0334-3102169 , 021-6366644

ویب سائٹ: www.al-qaaim.com ای میل: info@al-qaaim.com

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	وصیّت	۱
۲	وصیّت کی اہمیت	۱
۳	دس یاددہانیاں	۲
۴	نتیجۂ بحث	۱۲
۵	وصیّت نامہ آیت اللہ مرعشی نجفی	۱۴
۶	حیاتِ استاد چند سطروں میں	۲۲
۷	ولادت اور ابتدائی تربیت	۲۳
۸	آپ کی علمی زندگی کا اجمالی خاکہ	۲۷
۹	عمومی کتاب خانہ	۲۹
۱۰	کتاب کی قدر	۳۲
۱۱	دینی مدرسے	۳۸
۱۲	مدرسۂ مرعشیہ	۳۹
۱۳	مدرسۂ مہدیہ	۳۹
۱۴	مدرسۂ مومنیہ	۴۰

۱۵	مدرسۂ شہابیہ	۴۰
۱۶	طلبہ کیلئے گھر	۴۱
۱۷	ہاسپٹل	۴۲
۱۸	امام بارگاہ اور مساجد	۴۲
۱۹	طلبہ کی روٹی	۴۳
۲۰	آپ کی سیاسی زندگی	۴۳
۲۱	آپ کی سماجی زندگی	۴۶
۲۲	آپ کی اولاد	۵۲
۲۳	آپ کے اخلاق کی خوشبو	۵۳
۲۴	استاد کی چند کرامات	۵۹
۲۵	پہلی کرامت۔ دستغیب	۶۰
۲۶	دوسری کرامت (ایک سچا خواب)	۶۲
۲۷	تیسری کرامت	۶۴
۲۸	چوتھی کرامت	۶۶
۲۹	پانچویں کرامت	۷۷
۳۰	چند امتیازی خصوصیات	۹۱
۳۱	استادِ علّام کی وصیّتیں	۹۸

۳۲	پہلی وصیّت	۱۰۱
۳۳	دوسری وصیّت	۱۰۹
۳۴	تیسری وصیّت	۱۱۱
۳۵	وفاتِ حسرتِ آیات	۱۱۶
۳۶	وصیّت اور وراثت کے احکام (مولانا صادق حسن صاحب)	۱۲۱
۳۷	وصیّت کی اہمیت	۱۲۲
۳۸	وصیّت کرنے والے کیلئے شرائط	۱۲۳
۳۹	وصی کی شرائط	۱۲۴
۴۰	احکاماتِ وصیّت	۱۲۵
۴۱	وصیّت کے ضروری احکام	۱۲۶
۴۲	وراثت کے احکام	۱۲۸
۴۳	تقسیمِ میراث کے مسائل	۱۳۰
۴۴	شوہر اور بیوی کی میراث	۱۳۲
۴۵	میراث کی تقسیم کا طریقۂ کار	۱۳۳
۴۶	ماڈل وصیّت نامہ (مرتّبہ مولانا صادق حسن صاحب)	۱۳۹

وصیّت نامہ

کیسے لکھا جائے۔؟

وصیّت

اگر چہ وصیّت موت کے وقت سے مخصوص نہیں ہے بہتر ہے کہ انسان جلد از جلد وصیّت کر دے لیکن عام طور سے چونکہ مرتے دم ہی لوگ وصیّت کرتے ہیں اور ہے بھی وہی وصیّت کی آخری مہلت لہٰذا وصیّت کے سلسلے میں چند جملے سپرد قلم کر رہا ہوں۔

قرآن مجید فرماتا ہے:

کتب علیکم اذ احضر احد کم الموت ان ترک
خیر ا نِ ا لوصیة للوالدین والا قربین بالمعروف ج
حقا علی المتقین ط (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۸۰)

''تمہارے اوپر لازم ہے کہ جب تم میں سے کسی کی موت سامنے آئے اور مال واسباب تمہارے پاس ہے جو تم اپنے بعد چھوڑ کر جارہے ہو تو اپنے والدین اور قرابتداروں کے لئے عقل وعدل پر مبنی ان کے لائق وصیّت کر دو یہ وصیّت صاحبان تقویٰ پر لازم حق ہے''

وصیّت کی اہمیت

☆ وصیّت انسان کی باریک بینی اور اہلِ حساب کتاب ہونے کی علامت ہے۔

☆ وصیّت حقوق کے احترام کی علامت ہے۔

☆ وصیّت انسان کو موت یاد ہونے کی علامت ہے۔

☆ وصیّت انسان کے بلند مقاصد کا جاری رکھنا ہے۔

☆ وصیّت محروم لوگوں کے اقتصادی خلاء کو پورا کرنا ہے۔

☆ وصیّت تمام عمر کی جمع کی ہوئی چیزوں سے استفادہ کا نام ہے۔

☆ وصیّت ان کاموں کا تدارک ہے کہ جو خود اپنی زندگی میں انسان انجام نہیں دے سکا۔

☆ وصیّت مرنے کے بعد انسان کی یادگار ہے اور اپنی یاد زندہ رکھنے کا وسیلہ ہے۔

وصیّت اتنی اہم ہے کہ پیغمبرؐ اسلام فرماتے ہیں کہ:

''وصیّت کر کے مرنے والا گویا شہید مرتا ہے اور جو شخص وصیّت کر کے نہ مرے گویا اسلام سے قبل کی جاہلیت کی حالت پر مرا''۔

دس یاد دھانیاں

وصیت میں چند مسائل پر توجہ رکھنی چاہیئے۔

ا۔ وصیّت میں صرف مالی مسائل پر نظر نہ رہے۔

قرآن اس سلسلے میں فرماتا ہے:

جب جناب یعقوبؑ کی موت کا وقت قریب پہنچا تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور پوچھا! کہ تم میرے بعد کس کی پرستش کرو گے؟

ملاحظہ فرمائیں کہ مرتے دم بھی بیٹوں کی توحید کی فکر ہے۔ اور یہ امیر المومنینؑ

کی منزل ہے ضربت کے بعد زخمی حالت میں اپنے فرزندوں سے وصیت میں سب سے پہلے تقویٰ کی تاکید فرماتے ہیں۔اس لئے وصیّت میں صرف مالی یا مادّی پہلو مدِّ نظر نہیں ہونے چاہئیں۔ہم سب جانتے ہیں کہ مرتے دم اپنے اعزّہ واقارب سے اخلاقی نصیحتیں ان کے لئے ناقابلِ فراموش یادیں چھوڑ جاتی ہیں۔

۲۔ وصیت سے انسان کو غلط فائدہ نہیں اٹھانا چاہیئے۔نہ ہی کسی کے حقوق کو ضائع کرنا چاہیئے اور نہ ہی جذبۂ انتقام کو ٹھنڈا کرنے کے لئے دل کی بھڑاس نکالنی چاہیئے بلکہ بھلائی، انصاف اور احتیاج وضرورت کو مدِّ نظر رکھنا چاہیئے کیوں کہ حدیث میں ہے:

''جو شخص وصیّت میں ظلم کرتا ہے وہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے''۔

۳۔ وصیّت کرنے والا اپنے بیٹوں کے حقوق کو ضائع نہ کرے حدیث ہے کہ:

''ایک شخص نے اپنا تمام سرمایہ (کمسن بچوں کی موجودگی میں) راہ خدا میں خیرات کر دیا اور مرتے وقت اس کے پاس مالِ دنیا میں سے کچھ بھی نہ تھا جیسے ہی رسولؐ خدا کی خدمت میں لوگوں نے یہ واقعہ نقل کیا، آپ نے فرمایا: ''تم لوگوں نے اس کا مُردہ کیا کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہم لوگوں نے اسے مٹی میں دفن کر دیا۔پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا کہ اگر تم لوگوں نے دفن

سے قبل مجھے اطلاع دی ہوتی تو میں اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہ دیتا کیوں کہ چھوٹے بچوں کے ہوتے ہوئے اس نے ایسی وصیت کیوں کی۔؟

دوسری حدیث میں ہے کہ: ''کبھی انسان ستّر سال عبادت کرتا ہے لیکن اپنی وصیّت میں انصاف کے خلاف عمل کرتا ہے اور اس عمل سے اپنے آپ کو جہنمی بنا لیتا ہے''۔

ایک اور حدیث میں ملتا ہے کہ:

''جو شخص اچھی وصیّت نہیں کرتا وہ جواں مرد نہیں ہے اور اسے ہماری شفاعت نصیب نہ ہوگی''۔

جی ہاں! اسلامی نقطۂ نظر یہی ہے۔ وصیّت میں ناانصافی وارثوں کے مال میں چوری کے مترادف ہے۔

۴۔ بہتر ہے وصیّت پر بھروسا نہ کیا جائے

وصیت آخری لمحوں سے فائدہ اٹھانے کا نام ہے۔ لیکن لوگوں کو اس پر تکیہ کر کے بیٹھ نہیں جانا چاہیئے کہ موت کے وقت وصیّت کرنے کی امید میں پوری زندگی مدد و انفاق کی فکر پیدا نہ ہو کیوں کہ اپنے ہاتھ سے مدد کرنا کچھ اور ہی اثر رکھتا ہے۔ اس حدیث کو ملاحظہ فرمائیں:

''ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد (جمع کردہ) خرموں

کے انبار کو راہِ خدا میں تقسیم کر دیا جائے اس کی وصیت پر عمل بھی ہو گیا لیکن اس کے انبار خانے میں ایک خرما پڑا رہ گیا رسولؐ خدا نے فرمایا کہ: وہ اگر اس ایک عدد خرمے کو اپنے ہاتھ سے خدا کی راہ میں دیتا تو راہِ خدا میں خرموں کے انبار کی تقسیم کی وصیّت سے بہتر تھا''۔

شاید رسولؐ خدا کے اس ارشاد کی وجہ یہ ہو کہ وصیّت روحِ سخاوت کو حیات نہیں بخشتی فقط کچھ پیٹ بھر جاتے ہیں۔ اسلام میں اصل ''انسانی کمال'' ہے۔ نہ کہ شکم سیری اور اقتصاد، ہاں مادّہ پرستوں کی نظر میں خرموں کے انبار کی تقسیم زیادہ اہمیت رکھتی ہے لیکن اسلام کی نظر میں وہ عمل اہمیت رکھتا ہے جو انسانیت کو کمال و ارتقاء عطا کرے خرموں کے ایک انبار کی تقسیم جو آدمی کو عظمت و ارتقاء نہ دے اسے اوپر نہ اٹھائے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی۔

۵۔ وصیت محبوبیت کا ذریعہ

روایات میں ہے ہمارے آئمہ معصومینؑ اپنے رشتہ داروں کے لئے جو حتیٰ ان عظیم ہستیوں سے وابستہ نہیں تھے وصیّت کرتے تھے اور اپنے مال سے ان کی مدد کرتے تھے۔ اور اس طرح ان کے دلوں میں اپنے دین و مکتب کی محبت پیدا کر کے ان کو جذب کرتے تھے۔

۶۔ وصیّت کبھی واجب بھی ہوتی ہے

وصیت کرنا اگرچہ مستحب ہے لیکن قرآن مجید میں یہ حکم

(کتب علیکم) کے ذریعے ہوا ہے۔ یہ بالکل وہی تعبیر ہے جو روزہ کے حکم وجوب کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ چنانچہ وصیّت مستحب ہونے کہ باوجود قرآن مجید کی تعبیر اور رہبرانِ دین کی تاکید نے اسے (مستحب سے بڑھا کر) وجوب کی سرحد تک پہنچا دیا ہے فقہ میں بیان ہوا ہے کہ جب بھی انسان خدا کا یا کسی اور کا مقروض ہو یا لوگوں کی ایسی امانتیں اس کے پاس ہوں جن کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو تو حقوق الناس کی حفاظت کے تحت اس پر وصیّت کرنا واجب ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ وجوب ان لوگوں پر بھی شامل ہے کہ جو خمس و زکواۃ اور دوسرے اسلامی ٹیکس کے مقروض ہیں۔

۷۔ حق وصیّت کی مقدار

اسلام میں انسان اپنے ایک تہائی (۱/۳) مال کی وصیّت کر سکتا ہے (لیکن وارثوں کے حق میں نقصان نہ ہو اور ان کے احساسات قانون اسلامی کی طرف سے مجروح نہ ہوں) بہتر ہے کہ ایک تہائی سے بھی کم کے بارے میں ہی وصیّت کرے مثلاً ایک چوتھائی مال کے بارے میں ہی وصیّت کرے (بقیہ حق وراثت کے اعتبار سے تقسیم ہو) یعنی اگر بارہ روپیوں میں چار روپے کی وصیّت کا حق رکھتا ہے تو بہتر ہے کہ تین روپے کے بارے میں ہی وصیّت کرے تا کہ وارثوں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے ۔یقیناً ہم اس قانون پر ایک کلّی نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ یہی (۱/۳)

سرمائے معاشرے کے کتنی اقتصادی مشکلات کو حل کر سکتے ہیں۔

۸۔ وصیّت بدشگونی نہیں

شاید بہت سے لوگوں کے وصیّت نامہ نہ لکھنے کی وجہ یہ ہو کہ وہ وصیّت کرنے کا مطلب جلد مرجانا سمجھتے ہیں۔لہٰذا اسے بدشگونی سمجھتے ہوئے اس سے پرہیز کرتے ہیں۔

۹۔ وصیّت عاقلانہ ہو

قرآن مجید نے جس آیت میں مسئلہ وصیّت کو بیان کیا ہے ایک بڑا ہی ذو معنیٰ کلمہ'' بالمعروف ''استعمال کیا ہے۔جس کا م مطلب یہ ہے کہ وصیت عقل وحکمت اور عُرف سے ہم آہنگ ہو۔

وضاحت:۔

اکثر خاندانوں میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جنہیں ایک طرف تو مالی تعاون کی شدّت کے ساتھ ضرورت ہوتی ہے اور دوسری طرف وہ پہلے طبقے کے وارثوں میں نہیں آتے۔لہٰذا قانونِ وراثت کے لحاظ سے انہیں میراث بھی نہیں دی جاسکتی ہے۔جی ہاں! امام محمد باقرؑ ان ہی کے متعلق فرماتے ہیں:''جو بھی مرتے وقت اپنے خاندان کے ان محروم لوگوں کے لئے وصیّت نہ کرے کہ جو قانونی طور پر حق ولایت نہیں رکھتے تو یہ گناہ ومعصیت ہے''۔اس کے برعکس کبھی ایسا ہوتا ہے کہ میراث

کے مستحق افراد خود بہت ہی خوش حال اور مالدار ہوتے ہیں اور انہیں کسی کے مال کی ضرورت نہیں ہوتی چنانچہ اگر قانون کے لحاظ سے ہم میراث تقسیم کریں تو طبقۂ اوّل کو جو خوش حال ہے سب کچھ مل جائے گا اور اس دوسرے طبقے کو جو محروم ہے کچھ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ جس کے نتیجے میں وہ خطرناک مسائل سامنے آئیں گے کہ ایک گروہ جو پہلے سے ہی مالدار ہے اور مالدار ہو جائے گا اور ثروت اندوزی کرے گا اور دوسرا گروہ جو غریب ہے اس کی محرومی باقی اور جاری رہے گی یہی وہ منزل ہے جہاں انسان اپنی وصیّت کے ذریعے ایک حصّہ اس محروم طبقے کو دے کر ان کے فقر کا سدِّ باب نیز دوسرے گروہ کی ثروت مندی کو ختم کر دیتا ہے۔

۱۰۔ مثالی وصیّتیں

اے کاش میری معلومات اور آپ کے حوصلے اس بات کی اجازت دیتے کہ میں رسولؐ خدا اور آئمہ معصومینؑ کی مثالی وصیّتیں آپ کے سامنے بیان کرتا پھر بھی کیوں کہ ان کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے فی الحال ان کے حوالے بیان کیئے دے رہا ہوں تا کہ صاحبان ذوق ونظر ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔

بحار الانوار بیالیسویں 42 جلد سے اڑتالیسویں 48 جلد تک ہمارے تمام آئمہ معصومینؑ کے حالاتِ زندگی کے آخر میں ان کی وصیّتیں درج ہیں اس

طرح اس کتاب کی اٹھتّر 78 ویں جلد میں بھی ہمارے چند دوسرے آئمہؑ کی وصیّتیں نقل ہوئی ہیں۔

نہج البلاغہ میں بھی حضرت علیؑ کی وصیّتیں ملاحظہ کر سکتیں ہیں اور آج جبکہ میں یہ چند جملے قلم بند کر رہا ہوں رمضان المبارک کی انیسویں یعنی امیر المومنینؑ کے ضربت کی شب اور امام رضاؑ کے جوار میں بیٹھا ہوں لہٰذا بہتر ہے کہ حضرت علیؑ کی ان وصیّتوں کے کچھ جملے نقل کر دوں جو آپ نے ضربت کے بعد بسترِ شہادت پر اپنے فرزندوں سے کی ہیں۔

اوصیکما بتقویٰ الله

اے حسنؑ و حسینؑ میں تم کو تقویٰ کی تلقین کرتا ہوں

جی ہاں ہمارے آئمہؑ عام طور پر کسی قسم کی فرمائش و تلقین سے قبل تقویٰ کی تاکید فرماتے تھے

(یہ جملہ خدا سے انسان کے رابطے کو بیان کرتا ہے)

الا تبغیا الدنیا و ان بغتکما

دیکھو تم دنیا کے چکر میں نہ پڑنا خواہ وہ تمہاری چوکھٹ پر دستک ہی کیوں نہ دے۔

لا تسفا علیٰ شی منھا زوی عنکما

اگر دنیا کی کوئی چیز تم سے چھن جائے تو اس پر افسوس نہ کرنا

(یہ دونوں جملے دنیا سے ان کے رابطے کو بیان کرتے ہیں)

وقولا بالحق واعملاللاجر

حق کہواور خدا کی جزاوآخرت کے لئے کام کرو

(یہ جملہ انسان کے راہ وہدف کو بیان کرتا ہے)

وکونا الظالم خصماً وللمظلوم عونا

ظالم وستمگر کے دشمن اور مظلوم ومحروم کے مددگار رہنا

(یہ جملہ اپنے زمانے کی قوتوں نیز مظلوم ومحروم لوگوں کے ساتھ سیاسی، اجتماعی ،فوجی اور اقتصادی میدانوں میں رابطے کی نوعیت پر روشنی ڈالتا ہے۔)

اوصیکما وجمیع ولدی واھلی ومن بلغه کتابی بتقویٰ الله ونظم امرکم

میں تم دونوں فرزندوں سے بھی اور دوسرے بیٹوں سے بھی اپنے خاندان والوں سے اور تاریخ کے طویل دور میں جن افراد تک میرا یہ خط پہنچے ان سب سے تقوے اور کاموں میں نظم وضبط کی تاکید کرتا ہوں۔

یاد رہے کے امامؑ نے ساری دنیا کے لوگوں کو مخاطب کیا ہے.جی ہاں۔! پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا کہ: ''میں اور علیؑ اس امت کے باپ ہیں''۔ اس لئے امت کے باپ نے وصیّت کے وقت پوری امت کو مخاطب کیا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ تقویٰ کے ساتھ امیرالمومنینؑ نے اُمور میں نظم وضبط کا بھی حکم دیا ہے۔یعنی جس طرح حقوق خدا کی رعایت کرنا ضروری ہے اس

طرح بندگان حق کے معاملات میں اوّلویت واستحقاق اور عہد و پیمان کی رعایت کرنا بھی لازم ہے کیوں کہ اسلام میں کسی بھی طرح کی بدنظمی اور الٹ پلٹ درست نہیں ہے۔

پھر امامؑ اپنی وصیّت کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

وصلاح ذات بینکم

اے میرے بیٹوں! اور اسلام کے فرزندوں! معاشرے سے کدورتوں اور خاتمے کی کوشش کرو کیوں کہ پیغمبرؐ اسلام نے فرمایا ہے کہ: ''دو مسلمانوں کے درمیان صلح وصفائی تمام (مستحبی) نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے''۔

پھر امامؑ نے مخصوص انداز میں جیسے کے وصیّت بیان ہوئی ہے لوگوں کو یتیموں ، پڑوسیوں ، قرآن مجید ، نماز ، حج اور زکوٰۃ کے تیئں حسن روابط نیز امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر توجہ دینے کی تاکید کی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے لئے بہترین جملے استعمال کیئے ہیں پھر اپنی وصیّت جاری رکھتے ہوئے فیصلوں میں عدل وانصاف کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اپنے قاتل کے بارے میں وصیّت کرتے ہیں کہ: ''میرے قاتل نے صرف مجھے ایک ضربت لگائی ہے اگر میں اس ضربت سے جاں بحق ہو گیا تو تم بھی اسے صرف ایک ضربت لگانا اور دیکھو غصّے میں آ کے قتل عام برپا نہ ہونے دینا نہ اور نہ ہی اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنا کیوں کہ پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا کہ: ''تم کسی کو

ٹکڑے ٹکڑے نہ کرنا خواہ وہ درندہ صفت کتا ہی کیوں نہ ہو"۔

یہاں ہم اپنی بات کو طول نہیں دینا چاہتے لیکن ان وصیّتوں کی طرف اشارہ بھی نہ کرنا بے وفائی تھی اور وصیّت بھی مولودِ کعبہ اوّلین شہید محراب کی خصوصاً اس وقت کے جب ان کی ضربت کی تاریخ بھی ہو۔

نتیجۂ بحث

وصیّت کے موضوع پر اپنی بحث کا اختتام کرتے ہوئے (جو اگرچہ طویل ہوگئی ہے) قرآن مجید کی ایک آیت کی طرف اشارہ کرتا ہوں جس میں (درست) وصیّت پر عمل کرنا لازم اور ضروری قرار دیا گیا ہے۔اور اس شخص کو گناہ گار قرار دیا گیا ہے کہ جو اپنی ہوا و ہوس کی وجہ سے وصیت کو پس پشت ڈال دیتا ہے۔

فمن م بد له بعد ما سمعه فانمااثمه علی الذین یبد لو نه o

"جو شخص وصیّت سننے کے بعد بدل دے تو اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کا گناہ بھی وصیّت میں تبدیلی کرنے والے کے برابر ہوگا"

جی ہاں وصیّت پر عمل کرنا اتنا ہی ضروری ہے کہ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ: "وصیّتوں پر عمل اگر چہ وہ وصیّت غیر مسلموں کے سلسلے میں ہی کیوں نہ ہو (لیکن اسی وقت جبکہ وصیّت، کفر کی تقویت اور اسلام کی مخالفت و کمزوری کا باعث نہ ہو، ظاہر ہے کے کوئی مسلمان ایسی وصیّت نہیں کرتا) اور اسلامی فقہ

کے لحاظ سے جب کبھی وصیّت میں تبدیلی سے کسی کا حق ضائع ہوتا ہوتو تبدیلی کرنے والا گناہ گار اور ضامن ہے اور اسے خود اپنے مال سے وصیّت کرنے والے کی وصیّت پر عمل کرنا چاہیئے ۔

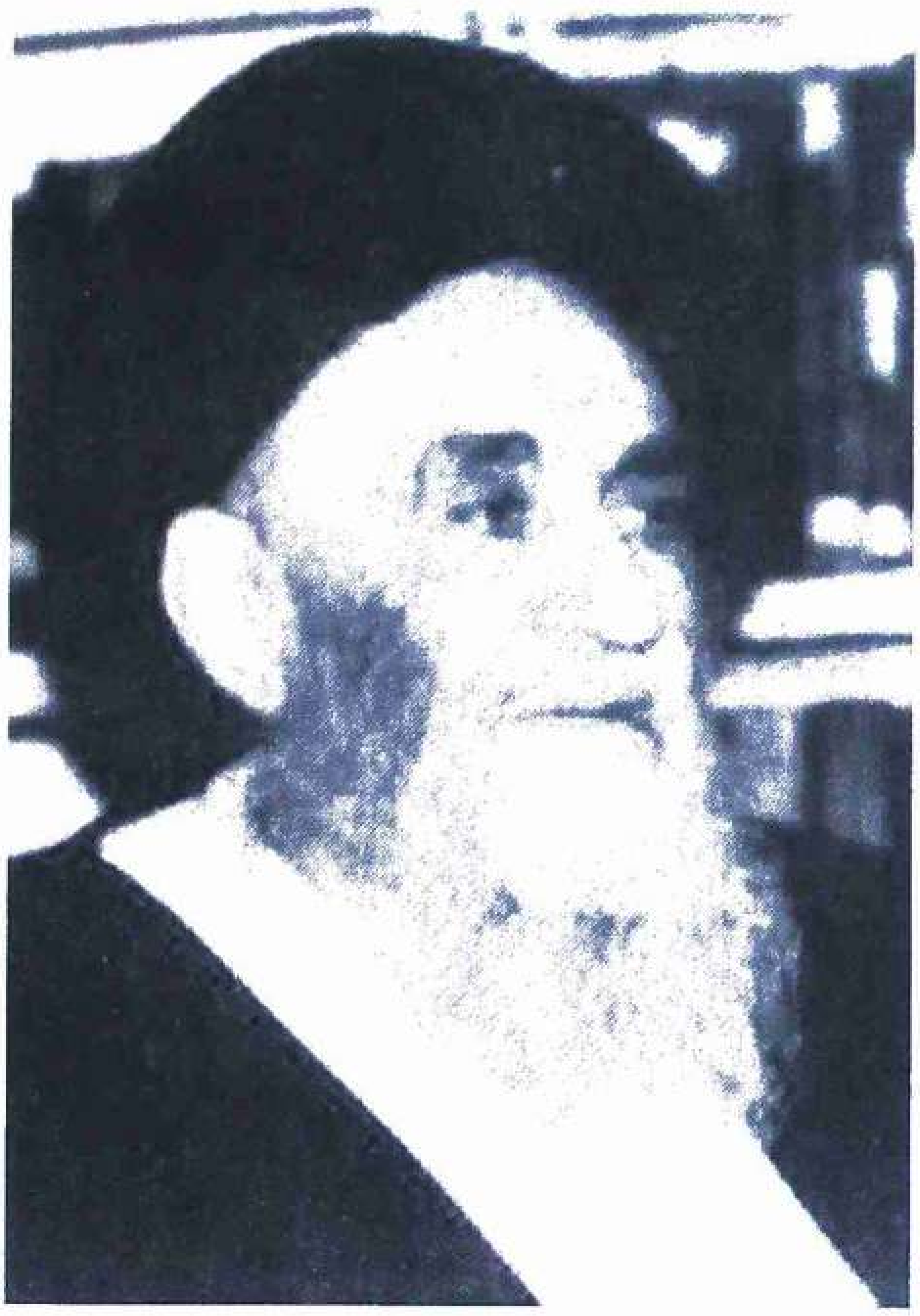

وصیّت نامہ

آیت اللہ سیّد مرعشی نجفیؒ

اقتباس از کتاب ''خورشید فقاھت''

ترجمہ (قبسات)

مؤلف : استادِ علاّم حجۃ الاسلام والمسلمین

مولانا حاج سیّد عادل علوی۔۔

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله خلق القلم و علّم الانسان مالم یعلم ،

والصلوة والسلام علی النبی الاعظم والواصی

الاکرم محمد خاتم الانبیاء وعلی سید الاوصیاء ،

وعلی آل رسول الله الهداة الباعین الطیبین الطاهرین ،

سیبا بقیةالله فی الارضین خاتم الوصیین

مولانا صاحب الزمان القائم المنتظر عجل

الله فرجه وسهل مخرجه اما بعد

''خداوند عالم کی حمد وثناء اور محمدؐ وآلِ محمدؑ پرُدرود وسلام کے بعد''

ہر شخص اس بات کا گواہ ہے کہ بے شک علمائے اسلام کی زندگی بذاتِ خود ایک درس گاہ اور مشعلِ حیات ہے جو راستوں کو روشن ومنور کرتی ہے انسانیت کو گمراہی اور پستی کی طرف سبقت کرنے سے نجات دیتی ہے۔ ان کی زندگیاں روشن چراغ ہیں جو انسانی معاشرے کو روشنی بخشنے کے لئے پیہم چلتی رہتی ہیں ان کی حیات کے ماہ وسال وہ باثمر درخت ہیں جو آنے والی نسلوں کو نیک زندگی کے ثمرات اور اس کا بہترین ذائقہ عطا کرتی ہیں ان کی حیات کے ایام وہ گلاب اور پھول ہیں جن سے زندگی میں خوشبو بکھرتی ہے۔

نیک اور صالح علماء ہی گمراہی اور پستی سے شریعت کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ فسق وفساد اور غرور وتکبّر سے انسانیت کو بچاتے ہیں ان کی بصیرت، دور بینی ایمانِ راسخ اور علمِ کامل کا نتیجہ ہے کہ دین شیاطین کی کارستانیوں سے محفوظ رہتا ہے دین کے نیک افراد ہی رسولؐ کے امین، امتوں کے رہبر، قبائل کے رہنما، انسانی معاشرے کا چراغ اللہ کے سفیر اور انبیاء واوصیاء کے وارث ہیں۔ اگر نیک اور روشن فکر علماء کا وجود نہ ہوتا تو انسانی معاشرے کے تار و پود بکھر جاتے ہیں ماضی کے آثار مٹ جاتے۔ تہذیب کے پھول مُرجھا جاتے، انسان کی عزت وآبرو خاک میں مل جاتی دین کے آثار دُھندلے ہو جاتے، گمراہوں کی حکومت ہوتی، جہالت خیمہ زن ہوتی اور انسانی جسم کے اندر اس کی سعادت اور خوش گوار زندگی کی روح کھینچنے کے لئے جہالت وبدبختی کے ناخن در آتے۔

علمائے اعلام کا دنیا سے اُٹھ جانا زمین پر ایک نقص اور زندگی کے لئے ایک ستم ہے خداوند عالم فرماتا ہے

اولم یرو انا ناتی الارض ننقصها من اطرافها

(الرعد/۴۱)

کیا وہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے چلے آئے ہیں۔

اسی آیت کے ذیل میں حضرت امام محمد باقرؑ نے اپنی ایک حدیث میں فرمایا ہے:

انما نقص الارض بموتِ العالم

بے شک باعمل عالم کے اٹھ جانے سے روئے زمین پر نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب کوئی فقیہ عالم دنیا سے اٹھتا ہے تو اسلام میں ایک ایسا رخنہ پڑ جاتا ہے جسے دوسرے فقیہ کے علاوہ کوئی چیز پُر نہیں کر سکتی۔

حضرت رسولِ اکرم خاتم النبینؐ نے ہمارے درمیان لوگوں کی ہدایت و سعادت کے لئے دو گرانقدر چیزیں چھوڑی ہیں قرآن کریم اور اہلِ بیت اطہار علیہم السلام۔ کتاب خدا ایک رسی ہے جس کا سلسلہ آسمان سے زمین تک ہے اور اہلِ بیت اطہار علیہم السلام وہ قرآنِ ناطق ہیں جو ہمارے درمیان قرآن صامت کے ترجمان ہیں اہلِ بیت اطہارؑ کے پاس جو بھی علم و عرفان کی دولت ہے، وہ سب قرآنی سرمایہ ہے اس لئے دونوں چیزیں ہرگز جدا نہیں ہو سکتیں جب تک نبی اکرمؐ کے نزدیک حوضِ کوثر پر وارد نہ ہوں۔ ہم نے ان دونوں بیش بہا چیزوں سے قول و عمل اور کردار و عقیدے کی بنیاد پر ہی تمسک اختیار کیا ہے لہٰذا ہم نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد سے روزِ جزا تک ہرگز صراطِ مستقیم سے جدا نہ ہوں گے۔

آئمہ کرامؑ شریعت کے محافظ ہیں اور غیبتِ کُبریٰ کے زمانے میں آئمہؑ کی طرح ہی فقہائے عظام اس کے پاسبان ہیں جو لوگوں کو خیر واصلاح کی تعلیم دیتے ہیں۔

اما من كان من الفقهاء صائنا لنفسه حافظاً لدينه مخالفاً هواه مطيعاً لامر مولا فعلى العوام ان يقلدوه.

(عن مولانا الامام العسكرى عليه السّلام)

جو فقیہ اپنے نفس کی نگہداشت اور اپنے دین کی حفاظت کرنے والا ہو خواہشات نفسانی کا مخالف اور امرِ مولا کا مطیع و فرمانبردار ہو عوام پر اس کی تقلید کرنا واجب ہے۔

اسلامی علوم سے آگاہ اور الٰہی معارف کے مالک کامل فقہائے عظام اور مراجع کرام کے درمیان آیت اللہ مرعشی نجفیؒ کی ذاتِ باکمال بھی نمایاں تھی۔

☆ آپ بزمِ فقھاء میں ایک بے مثل متقی فقیہ اور مستحکم عقل و فیصلے کے مالک تھے۔

☆ مصنفین کی محفل میں عظیم الشان مؤلف اور بلند و بالا موید تھے۔

☆ اخلاق فاضلہ میں سچے استادار شریف امین تھے۔

☆ سیاست میں تیر و سنان اور سیف ہندی کے مانند تھے۔

☆ علم نسب میں ماہر فن اور تجربہ کار تھے۔

☆ مختلف علوم وفنون میں قادر استاد، صاحبِ نظر اور مشہور محقق تھے۔

☆ اپنے زمانے میں شیخ الاجازہ اور سید الکرامہ تھے۔

آپکی آنکھیں پرکشش، ہونٹ متبسم اور چہرہ ایسا تھا جس سے صالحین کی صباحت، متقین کی ہیبت اور مومنین کا وقار جھلکتا تھا آپ کا چہرہ ہشاش بشاش اور دل غمگین رہا کرتا تھا آپ کی باتیں صحیح و درست، لباس سادہ و پاکیزہ اور رفتار متواضع تھی آپ خالق کون و مکان کو اپنے دل میں عظیم اور اس کے ماسواء کو اپنی نظر میں ہیچ سمجھتے تھے۔ آپکی فکر جوالہ، ذکر جوہر خیز، بحث و گفتگو جمیل اور ملاقات کریمانہ ہوا کرتی تھی۔ آپ کا سراپا وجود غافلوں کو بیدار کرنے والا اور جاہلوں کو آگاہ کرنے والا تھا۔ جو تکلیف پہنچاتا تھا اسے تکلیف نہیں دیتے تھے۔ فضول باتوں پر کان نہیں دھرتے تھے۔

محرمات سے بَری اور شبہات سے پرہیز کرنے والے تھے آپ بہت زیادہ بخشش کرنے والے اور دوسروں سے بہت کم خدمت لینے والے تھے آپ کا دیدار شیریں اور عبادت طولانی ہوا کرتی تھی۔ جو آپ سے جہالت کرتا تھا اس کے مقابلے میں حلیم و بردبار تھے اور جو گستاخی کرتا تھا اس پر صبر کرنے والے تھے بزرگوں کا احترام اور چھوٹوں پر رحم کرتے تھے آپکا طرزِ عمل ادب کی تصویر کلام حیرت انگیز دل متقی اور علم ذکی تھا آپ خدا کی رضا پر راضی ، شکر گزار، عفیف، شریف، نیک، محفوظ وفادار اور کریم تھے آپ خوش مزاج،

کم خوراک، ظریف وفطینِ محبت میں خالص، عہد و پیمان میں کھرے،
دقیق النظراور بہت خاشع تھے۔آپ کی نگاہ عبرت، سکوت فکراور کلام حکمت
تھا آپ نفسانی خواہشات کے مخالف امر کے مطیع وفرمانبردار تھے۔آپ
بہت کم آرام کرتے اور ہمیشہ چاق وچوبندرہتے تھے۔آپ میں لجاجت،
ہٹ دھرمی، کذب وعناد، حسد ونمیمہ اور کبرونخوت نام کوبھی نہیں تھا۔مومنین
آپ کو اپنے اموراوراموال میں امین بناتے تھے۔آپ سے ہمیشہ خیرو
صلاح کی اُمیدیں کی جاتی تھیں۔برائیاں آپ سے کوسوں دور تھیں اور فقرو
فاقہ آپ کے نزدیک تونگری سے زیادہ محبوب تھا۔آپ نے اپنے اندر
متقین کی صفات اور انبیاء واوصیاء کے کمالات جمع کرر کھے تھے۔

میں نے ان صفات اور ملکات فاضلہ کو استاد علام کی ذات میں بارہالمس اور
محسوس کیاہے اگر کوئی ایک مرتبہ بھی آپکی ہم نشینی اختیار کر لیتا تو وہ آپکے
نیک اخلاق، کشادہ روئی وسعت علمی اور کامل معرفت کا کلمہ پڑھنے لگتا تھا
آپ اپنی محفل میں مختلف داستانیں بیان کرتے تاکہ ہم نشینوں پر گراں نہ
گزرے آپ کی بزم سے جو بھی اٹھ کر جاتا تھا وہ اپنے علم میں اضافہ،
آخرت کی طرف رغبت اور خدا کے ذکر سے لگاؤ محسوس کرتا تھا اس کے تمام
رنج وغم دور ہو جاتے تھے اور ایسا لگتا تھا جو مصیبت اس کے اوپر پڑی ہے
اسے آپ کی زبان سے سن رہا ہے اسی وجہ سے آپ کی بزم اہلِ درد سے

خالی نہیں رہتی تھی۔

استاد علام کے بلند و بالا مقام کے شایانِ شان حالاتِ زندگی تحریر کرنے کی تاب نہیں۔ آپکی پاکیزہ زندگی سے شرمندہ ہو کر اپنی تنگ دامانی کا اعتراف کرتا ہوں۔ میں اپنے پورے عزت و افتخار کے ساتھ استاد علام کے حالات زندگی پر مشتمل یہ کتاب لکھنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں اور میری اُمیدیں ایسے صاحبِ فن تذکرہ نویسوں سے ہیں جو استاد علامؒ کی زندگی پر تسلط رکھتے ہیں۔

ممکن ہے استاد علامؒ کی زندگی کے بارے میں یہ مختصر سی کتاب اہلِ فن اور صاحبان علم میں کامیاب ثابت ہو۔ ساتھ ہی اپنی اس حقیر پیش کش کو روزِ قیامت کے لئے ذخیرہ اور انبیاؑ کے جانشین علماء کی شفاعت کا وسیلہ سمجھتا ہوں جس نے کسی مومن کی تاریخ لکھی اور اسے زندگی بخشی اور آیت کی روشنی میں ''جس نے ایک نفس کو زندہ کیا اس نے تمام نفسوں کو زندگی عطا کی۔''

میں اُن تمام لوگوں کا شکر گزار ہوں جنھوں نے اس کتاب کی تالیف کے سلسلے میں کسی نہ کسی شکل میں میری مدد کی اور خدا کی بارگاہ میں ان کی مزید توفیقات کے لئے دست بہ دعا ہوں وہی بہترین ناصر و معین اور سمیع و مجیب ہے۔

والسلام

عادل علوی

۲۵ صفر المظفر سنہ ۱۴۱۱ ہجری قمری

حیات استاد چند سطروں میں

آپ ۲۰ صفر المظفر ۱۳۱۵ ہجری قمری کو نجف اشرف میں پیدا ہوئے آپ کا نسب شریف ۳۴ واسطوں سے حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن ابی طالب تک پہنچتا ہے۔

آپ کے والد سید محمود شمس مرعشیؒ نجف اشرف کے جید علماء میں سے تھے اور آپ کے دادا سید الحکماء تھے۔

نجف اشرف میں آپ نے منارہ علم و فضل حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ ضیاء الدّین عراقیؒ سے اور تہران و قم میں موسس حوزۂ قم حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ عبد الکریم حائریؒ سے اپنی علمی تشنگی کو سیراب کیا۔

حوزہ علمیہ قم میں آپ کا شمار عظیم ترین مدرسین میں ہوتا تھا۔

آپ کا پہلا رسالہ عملیہ ذخیرۃ المعاد کے نام سے ۱۳۷۰ ہجری میں شائع ہوا۔

آپ جود و سخا اور زہد و تقویٰ میں اتنا مشہور ہوئے کہ ضرب المثل قرار پائے۔

آپ نے مختلف علوم و فنون میں ایک سو سے زائد کتابیں اور رسالے تالیف کئے ہیں جن میں سب سے اہم احقاق الحق پر آپ کی تعلیقات ہیں جو ۲۴ جلدوں میں شائع ہوئی ہیں۔

آپ اسلامی، سماجی اور ثقافتی امور میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور ان پر اپنا کثیر سرمایہ بھی خرچ کرتے تھے انہیں میں سے قم مقدسہ میں آپ کا

زبردست عمومی کتاب خانہ بھی ہے۔

آپ نے ۷ صفر المظفر سنہ ۱۴۱۱ ہجری میں قمری شب پنجشنبہ میں ۹۶ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنے کتاب خانے ہی میں دفن ہوئے۔

آپ نے نیکی کے ساتھ زندگی بسر کی اور نیکی کے ساتھ موت کو گلے لگایا ہمارا سلام ہو اس دن پر جب آپ پیدا ہوئے اس دن پر جب آپ کو موت آئی اس دن پر جب آپ زندہ مبعوث کئے جائینگے۔

ولادت اور ابتدائی تربیت

خداوندِ عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

وسلام علیہ یوم ولد

اور ان پر سلام ہو جس دن پیدا ہوئے۔۔(سورۂ مریم آیت ۱۵)

استاد علام ۲۰ صفر سنہ ۱۳۱۵ ہجری صبح پنجشنبہ نجف اشرف میں پیدا ہوئے آپ کا نام محمد حسین لقب شہاب الدین اور کنیت ابوالمعالی ہے۔

آپ نے ایسے والدین کی آغوش میں آنکھ کھولی جو رفعت وشرف میں کریم اور فضل وادب میں کامل تھے لہٰذا آپ نے فضیلت وتقویٰ کی دولت اپنے متقی اور پرہیزگار والدین سے ورثہ میں پائی۔

آپ نے علم وعمل، صالح اور پاکیزہ اخلاق کے ماحول میں تربیت پائی کہا جاتا ہے بچہ اپنے والدین کے اخلاق وکردار کو محسوس کرتا ہے

اور اسے اپنے وجود میں جذب کرتا ہے جسے علمِ حسّی تعبیر کیا گیا ہے یہ چیز اس کے دل و دماغ پر آخر عمر تک باقی رہتی ہے علمی خانوادے کا یہ بچہ اپنے ایام طفولیت ہی سے ہمیشہ خیر و صلاح کی جانب پیش قدم رہا۔

دینِ حنیف کو اپنی شدید توجہ کا مرکز بنائے رہا۔ رسولؐ اور اہلبیتؑ کی محبت میں سرشار رہا۔ اور اعمال صالحہ کے پرچم کے سائے میں اپنا قدم بڑھاتا رہا۔

کسی نے سچ کہا ہے بچے کی پہلی درسگاہ اس کا گھر اور پہلا مدرّس اس کی ماں ہے اگرچہ اساس کے اخلاق و کردار کی اساس و بنیاد باپ کے ذریعے ہوتی ہے۔ پس بچہ پہلی مرتبہ اپنے گھر اور ماحول میں جو کچھ دیکھتا اور لمس کرتا ہے وہ اس کے ذہن پر نقش ہو جاتا ہے اس کے آثار اس کے وجود میں ہمیشہ درخشاں ہوتے ہیں۔ مثل ہے بچپنے کا علم پتھر کی لکیر ہو جاتا ہے کیونکہ طفل اپنے والدین کے گھر اور پہلی درسگاہ میں اپنے اساتذہ اور مربّی سے جو اخلاق و آداب اخذ کرتا ہے اس سے شاذ و نادر ہی منحرف ہوتا ہے۔

اس روش اور بلند مفہوم کی روشنی میں ہم اسلام ہی کو ایسا پاتے ہیں جو مسلمانوں اور مومنوں کو صحیح اور بہترین تربیتِ اولاد کی طرف مائل کرتا ہے اور انعقادِ نطفہ سے پہلے ہی بچے کی نشو و نما اور صحیح تربیتِ اولاد کی طرف توجہ دیتا ہے۔ بہترین افعال، پسندیدہ اخلاق اور اچھے عادات و اطوار کی

طرف اس راغب کرتا ہے اور ناپسندیدہ اُمور سے اسے دور کرتا ہے۔

استادِ علّام ؒ ایسے ہی خاندانِ علم وشرف وسیادت میں پیدا ہوئے جو لوگوں کی نگاہوں کا مرکز تھا۔ آپ نے ایک دن بیان فرمایا کہ ان کے والد انہیں محقق آخوندؒ کے درس میں لے گئے جب کہ وہ ابھی وہ حد بلوغ تک بھی نہیں پہنچے تھے اور جب بھی آپ کی والدہ گرامی یہ کہتی تھیں کہ اپنے والِد کو بیدار کرو، آپ کو شاق گزرتا تھا کہ اپنے والد کو آواز دیکر بیدار کریں لٰہذا آپ اپنا چہرہ اور رخسار ان کے تلوؤں پر رگڑتے تھے جس سے وہ ہلکی سی گد گدی کے بعد بیدار ہو جاتے اور اپنے نیک فرزند کی یہ تواضع وانکساری دیکھ کر ان کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتیں اور آسمان کی طرف اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے اپنے اس فرزند کی مزید توفیق کی دعا کرتے تھے۔ استادِ علّام اکثر فرمایا کرتے تھے یہ بلند وبالا مقام اور دین کے امور میں خدا کی توفیقات میرے والدین کی دعاؤں ہی کا نتیجہ ہے۔

ایسی دسیوں حکایتیں استاد علّام کی حیات ایام طفولیت اور عنفوان شباب کی سنی جاتی ہیں جو اس بات کی طرف نشاندہی کرتی ہیں کہ دین اور اس کے اوامر نیز الٰہی احکام پر عمل کرنا، اُن کے وجود میں ابتدائے حیات ہی سے رچ بس گیا تھا۔ آپ اپنی پوری زندگی شریعت اسلامیہ کے مطابق بسر کرنے میں خاص اہتمام برتتے تھے۔

آپ جب نجف اشرف میں تھے، ۲۵ مرتبہ پاپیادہ ابوعبداللہ الحسین سید الشہداءؑ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وہ طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ زیارت کے لئے جایا کرتے تھے جو دس افراد پر مشتمل ہوتی تھی جن میں حکیم سید شاہرودیؒ اور سید خوئیؒ جیسے حضرات شامل رہا کرتے تھے۔ انھوں نے فرمایا ہم مراجع تقلید، فقہاء اور مجتہدین کے ساتھ ہمیشہ سفر کرتے اور اس میں پیش آنے والے کام اپنے درمیان تقسیم کرلیا کرتے تھے۔ میرا کام یہ تھا کہ ہر منزل پر لوگوں کے لئے پانی کا انتظام کرتا تھا کوئی کھانا پکاتا اور کوئی چائے بناتا سوائے سید شاہرودیؒ کے۔ وہ کہتے تھے میرا فریضہ یہ ہے کہ میں سفر میں آپ لوگوں کو خوش رکھوں اور راستے کی صعوبتوں اور مشکلوں کو آسان کروں یقیناً وہ بہت ہی پُر مذاق اور زندہ دل آدمی تھے۔ وہ کبھی ہمیں شعر و سرود سے مسرور کرتے اور کبھی لطیف و بذلہ سنج حکایتوں سے خوش حال کرتے تھے اسی طرح ہمیں سفر کی صعوبتیں اور دشواریوں کا احساس بھی نہ ہوتا تھا ایسے خاندان اور علمی و روحانی ماحول میں پلنے والی آقائے مرعشیؒ کی شخصیت بلند و برتر مقام اور مرجعیت کی منزل پر کیوں نہ فائز ہوتی۔

آپ نے اپنی ضعیفی کے دوران فرمایا کہ وہ ابتدائے بلوغ ہی سے ایسے کام انجام نہیں دیتے تھے جن کی طرف نفس رغبت دلاتا تھا بلکہ آپ نفسانی خواہشات کے مخالف اور حکمِ خدا کے اطاعت گزار تھے۔

آپ فرماتے تھے یہ مرجعیت جو تم دیکھ رہے ہو میں نے اس کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھایا بلکہ یہ صرف پروردگارِ عالم کے لطف، پیغمبرؐ اور ان کے اہل بیتؑ کی عنایتوں کا نتیجہ ہے۔

سچ ہے رب کعبہ کی قسم جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اس کا ہو جاتا ہے اور جو اللہ کا ہو جاتا ہے اسے برکتیں نصیب ہوتی ہیں استاد علاّم کی حیات اس مفہوم کی بہترین مصداق تھی۔

آپ کی علمی زندگی کا اجمالی خاکہ

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتو العلم درجات

"جو لوگ تم میں سے ایماندار ہیں اور جن کو علم عطا ہوا ہے
خدا ان کے درجے بلند کرے گا"۔ (سورۂ مجادلہ آیت ۱۱)

استاد علاّمؒ نجف اشرف میں پیدا ہوئے جو تقریباً ایک ہزار سال سے علم وادب اور اجتہاد وفقاہت کا مرکز رہا ہے۔ آپ نے وہاں لکھنے پڑھنے کی ابتدائی تعلیم حاصل کی اس کے بعد یہ محنت کش طالب علم، علم اور اس پر عمل کرنے کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ اس راہ میں سختی ومشقت کو پہچانتے ہی نہ تھے بلکہ تحصیل علم کی طرف پوری طرح سے لگ گئے۔ اگرچہ آپ کے بعض اقرباء نے مخالفت بھی کی۔ علومِ عربیہ میں آپ نے نحو وصرف وبلاغت کی

تعلیم حاصل کی، علومِ نقلیہ سے فقہ و اصول اور علوم عقلیہ سے منطق و فلسفہ کی تعلیمات نجف اشرف اور کاظمین میں بزرگانِ علم سے حاصل کیں اور آیۃ اللہ آقا شیخ ضیاء الدین عراقیؒ کے ممتاز شاگرد بن کر آسمان علم پر درخشاں ہوئے جن کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ سخت مزاج اور تند خو تھے۔

استاد علاّمؒ نے مجھ سے ایک دن بیان کیا کہ میں درس کے بعد ان کے ہمراہ ان کے گھر کی طرف بحث کرتے ہوئے جایا کرتا تھا ایک دن بحث کے دوران وہ غضب ناک ہو گئے اور پوری قوت سے میرے سینے پہ ایک ضرب لگا دی میں ان کے ہاتھوں کو بوسے دینے لگا استاد کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا اے شہاب تو نے مجھے ادب سکھایا۔

ایسے ہی اخلاق حسنہ اور تعظیم اساتذہ کے مثل کہا جاتا ہے علم کی برکت استاد کی تعظیم میں مضمر ہے اور یہ سب کچھ ایسے ہی پاک اخلاق اساتذۂ کرام کی تعظیم کا ثمرہ ہے۔

یہ محنت کش طالب علم ایسے صاف و شفاف چشموں سے اپنی تشنگی بجھاتا رہا جو حضرت علیؑ کی قبر کے پاس جاری رہا کرتے تھے جو اپنے الٰہی علومِ قدسیہ سے لوگوں کو رزق پہنچاتے اور مومنین کو کھانا کھلاتے تھے اسی وجہ سے وہ مومنوں کے امیر ہیں۔ لہٰذا استاد علاّمؒ نے ان کے علوم کے انوار سے فیض

حاصل کیا اور مختلف علوم وفنون میں اپنی معلومات میں مزید اضافہ کرنے کے لئے علمی اور ادبی محفلوں میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اساتذہ سے سندِ اجتہاد حاصل کرنے کے بعد آپ نے نجف اشرف سے ہجرت اختیار کی اور تہران میں قیام کیا اس کے بعد شہر مقدس قم تشریف لائے جہاں آپ عالم شباب ہی سے مجتہد مسلّم کی حیثیت سے پہچانے گئے اس وقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔

آئمہ اطہارؑ خصوصاً سید الشہداؑ سے توسلات کے بعد آپ سے کرامات بھی ظاہر ہوئیں جس کی طرف ہم آگے اشارہ کریں گے۔

ابتداء ہی سے اساتذہ نے پہچانا کہ آپ عنقریب ایک ایسی درخشاں علمی شخصیت کی حیثیت سے ظاہر ہوں گے جس کی شان علمائے اعلام اور تمام لوگوں کے درمیان نمایاں ہوگی۔ آپ اپنے علم واجتہاد کے ساتھ ساتھ زندگی کی ابتداء ہی سے زُہد وورع اور تقویٰ میں خاص شہرت کے مالک تھے یہ شہرت روز بروز بڑھتی گئی آپ نے حوزاتِ علمیہ میں زندگی بسر کی آپ سے اہلِ علم، اساتذہ، طلاّب اور عوام سب فیض حاصل کیا کرتے تھے۔

عمومی کتاب خانہ

یہ بات مخفی نہ رہے کہ انسانی معاشرہ میں کتب خانہ کی بڑی اہمیت ہے اور ایسی چیز ہے جسے معاشرہ میں کم قدر وقیمت سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

کتب خانے ،علماء، عظیم شخصیتوں، انسانی تاریخ اور اس کی ترقی کے اسباب وعلل نیز ان افراد کے آراء وافکار کے مرکز ہوتے ہیں جو معرفت کے خواہاں ،ثقافت وتہذیب کی ترقی کے طالب نیز سماج کے تمام طبقوں میں علمی و ثقافتی تشنگی کو دور کرنے والے ہیں اور وہ اپنے وجود میں چھپے ہوئے اسرار و فنون کو تصنیف وتالیف کی شکل میں لانے اور اسے اجالے میں نمایاں کرنے نیز اس کی نشر واشاعت میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں کی نگاہوں میں دوسرے مقدس اہداف ومقاصد بھی ہوا کرتے تھے جیسے قوموں میں ترقی کی شگفتگی لانا، اچھے انسانی افکار واخلاق کو عام کرنا، نفسوں کو آسودگی عطا کرنا، علمی میراث کی حفاظت کرنا لوگوں کو زندگی اور تاریخ کو استمرار بخشنا، علمی اور ثقافتی راہ کو ہمیشہ جاری رکھنا، سماج کی عمارت کی بنیاد کو مستحکم کرنا ایسے مقاصد ہیں جو معاشرے میں کتب خانوں کی ضرورت کو محسوس کراتے ہیں اور اپنی قدر وقیمت کا پتہ دیتے ہیں انہیں اسبا ب وعلل اور ضرورتوں کا احساس تھا جس نے علمائے اعلام کو ابتداء سے ہی عمومی اور خصوصی کتابخانوں کی تاسیس کے لئے آمادہ کیا۔

انہیں حیرت انگیز علماء میں استاد علاّمہؒ بھی تھے جنہوں نے عظیم عمومی کتب خانے کی تاسیس کی جس کی نظیر عالمِ اسلام میں بہت کم ہے آپ نے کتابوں کی جمع آوری میں ایسی صعوبتیں اور مشقتیں برداشت کیں جو

اس سے پہلے کبھی نہیں سنی گئیں۔

حقیقت حال اور دعوے کی سچائی کے لئے ہم قارئین کے سامنے بعض ایسے نمونے بیان کرتے ہیں جس سے شعور واحساسات دنگ رہ جاتے ہیں اور ایک عظیم شخصیت ابھر کر آپ کے سامنے آتی ہے اور دل میں کہتی ہے یہ سخت محنتیں کیونکر باثمر نہ ہوتیں، ایسا عظیم کتب خانہ کیوں نہ تعمیر ہوتا جس کے دروازے ۱۳۹۴ ہجری سے آنے جانے والوں کے لئے کھول دیئے گئے ہیں۔

مجھے بعض ایسی کتابوں کے بارے میں علم ہے جسے استاد علّامؒ نے نجف اشرف میں اپنے عالمِ شباب میں خریدا تھا جس کی بہترین مثال بعض کتابوں پر آپکی مندرجہ ذیل تحریریں ہیں مثلاً

بسمہ تعالی۔۔۔"میں نے اسے چار سال کی نمازِ اجارہ پر خریدا تھا اور مرحوم الحاج حسین تاجر دہخوارقانی کی طرف سے استاد علّام آیۃ اللہ شیخ عبداللہ مامقانیؒ نے مجھے اجیر بنایا تھا یہ جملہ عبدِ ذلیل شہاب الدین الحسینی النجفی نے شعبان ۱۳۴۱ ہجری میں تحریر کیا ہے"۔

ایک اور کتاب پر تحریر فرماتے ہیں۔"میں نے اسے ایک سال تک حرمِ مطہر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی روزانہ زیارت کی اجرت پر خریدا ہے۔

عبدِ ذلیل شہاب الدین الحسینی المرعشی النجفی۔

ایک اور کتاب پر تحریر فرماتے ہیں۔

علامہ عبدالرحیم بن احمد ھندی بہاری نجفیؒ نے اپنے فرزند علامہ شیخ شہاب الدین کی گزارش پر ۱۰۶۰ھ میں کشف اللغات والاصطلاحات نامی ایک کتاب تحریر کی ہے اور کتاب مکمل کرنے کے تھوڑے ہی عرصے بعد انتقال فرما گئے ۔میں نے اس کتاب کو مرحوم مرزا محمد تہرانی کی نیابت میں نماز کی دوسال کی اجرت مبلغ ۲۰ برطانوی روپیہ میں خریدا۔خدا مجھے اس عمل کے پورا کرنے کی توفیق دے اور ۱۲ ذیقعدۃ الحرام ۱۳۴۲ ہجری کو نجفِ اشرف میں ظہر سے میں نے نماز بھی شروع کر دی۔ بھوک کے عالم میں ان حروف کے لکھنے والے کو ۲۰ گھنٹے سے کوئی غذا نصیب نہ ہوئی۔شہاب الدین الحسینی المرعشی مدرسہ قوام ۱۳۴۲ ہجری۔

ایک حیرت انگیز واقعہ استاد علّام کی زندگی میں کتاب الرافد ج۔۱ص۔۱۰۹ پر ''کتاب کی قدر'' کے عنوان سے شائع کیا گیا ہے۔

کتاب کی قدر

میں ۲۱ ربیع الاوّل ۱۳۹۶ ہجری دوشنبہ کے دن استاد علّامؒ کی خدمت میں موجود تھا آپ دلچسپ باتیں بیان کر رہے تھے جن میں کچھ باتیں کتاب کی قدر و قیمت اور اس کے حاصل کرنے کے طریقوں پر مشتمل تھی آپ نے فرمایا ایک دن میں محلّہ مشراق میں واقع اپنے مدرسہ سے اس بازار کی طرف

گیا جو بابِ صحنِ علوی سے متصل ہے وہاں ایک عورت مرغی کے انڈے بیچ رہی تھی میں اس کے پاس انڈے خریدنے گیا تو اس کے پاس ایک کتاب نظر آئی میں نے اس سے اس کتاب کے بارے میں پوچھا۔اس نے کہا میں اس کتاب کو فروخت کرنا چاہتی ہوں میں نے اس سے کتاب لی جو مرزا عبداللہ آفندیؒ کی تصنیف ریاض العلماء تھی اور بالکل نایاب تھی۔میں نے اس سے کتاب کی قیمت پوچھی اس نے کہا پانچ سو روپے، میں نے اس سے کہا کہ میں اسے سو روپے دے سکتا ہوں، اس سے زیادہ نہیں۔وہ راضی ہوگئی۔اسی دوران کتابوں کا دلال جس کا نام کاظم دجیلی تھا، آ گیا جو لندن کے عمومی کتابخانے کے لئے پرانی کتابوں کو خریدتا اور اسے نجف اشرف میں موجود برطانوی حاکم کے سپرد کر دیا کرتا تھا۔یہی پہلا انگریز حاکم ہے جس نے نجف اشرف پر حکومت کی ہے اس نے میرے ہاتھ سے قوت کے ساتھ کتاب لے لی اور اس عورت سے کہا میں اس کتاب کو اس سے زیادہ قیمت پر خریدوں گا اس طرح اس کتاب کی اوپر بولی بڑھنے لگی۔

میں نے اپنا چہرہ حرم کی طرف کر کے امیر المومنینؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہا اے امیر المومنینؑ کیا آپ اس پر راضی ہیں کہ یہ کتاب میرے ہاتھ سے چلی جائے جبکہ میں اس کتاب کے ذریعہ آپکی خدمت کروں گا۔اچانک اس عورت نے کاظم دلال سے کہا میں تیرے ہاتھ یہ

کتاب نہیں بیچوں گی کیونکہ یہ سیّد کی ہے میں نے کہا میرے ساتھ چلو تا کہ میں تمہیں اس کے پیسے دے دوں ۔ وہ میرے ساتھ مدرسہ تک آئی اس وقت میرے پاس کچھ نئے پرانے لباس اور ایک گھڑی تھی میں اسے بازار میں کپڑوں کے دلال حاج حسین شیش کے پاس بیچنے کے لئے گیا اس نے اسے بیچ دیا وہ عورت جو میرے ساتھ تھی کہتی تھی اے سید تم نے مجھے معطل کر رکھا ہے وہ شخص مجھے نقد پیسے دے رہا تھا۔ کبھی میں اسے کوئی جواب نہ دیتا تھا اور کبھی کہتا تھا ابھی ٹھہرو، ابھی ٹھہرو۔ رقم کپڑوں اور گھڑی بیچنے کے بعد بھی پوری نہ ہوئی تو میں اسے لیکر مدرسہ آیا اور اپنے ساتھیوں سے پانچ پانچ دس دس روپے قرض کے طور پر اکھٹا کئے یہاں تک ۱۱۰ یا ۱۲۰ روپے ہو گئے ۔ میں اس عورت کے پاس آیا اور اسے پیسے دے دیئے۔ اس گرانقدر کتاب کے خریدنے پر میں نہایت ہی خوش و مسرور تھا۔

ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کاظم دلال نے پولیس کے ساتھ مدرسہ پر دھاوا بول دیا اور مجھے گرفتار کر کے انگریز حاکم کے پاس لے گیا وہ مجھ پر کتاب کی چوری کی تہمت لگا رہا تھا اور میرا خیال ہے کہ وہ اپنی زبان میں گالیاں دے رہا تھا اور مجھے بُرا بھلا کہہ رہا تھا اس کے بعد اس نے مجھے قید کرنے کا حکم دے دیا میں رات قید خانے میں تھا اور اپنے پروردگار سے اس کتاب کے محفوظ رہنے کی دعا کر رہا تھا جسے میں نے چھپا دیا تھا۔

دوسرے دن شیخ الشریعۃ حاج مرزا فتح اللہ نمازیؒ اور صاحبِ کفایۃ کے فرزند مرزا مھدیؒ انگریز حاکم کے پاس ایک جماعت کے ساتھ میری رہائی کے لئے آئے۔ اور قید سے میرے چھوٹنے کی گفتگو اس شرط پر تمام ہوئی کہ میں حاکم کو ایک مہینہ کے اندر کتاب دیدوں۔

میں مدرسہ آیا اور طلبہ کو جمع کر کے کہا یہ اسلام کی عظیم خدمت ہے کہ تم لوگ اس عظیم کتاب کو نقل کر ڈالو یہ کتاب بڑے سائز میں دوسری اور تیسری جلدوں پر مشتمل ہے جس میں دس جزء ہیں اور جس کی ابتداء حاء مہملہ لفظ حسن سے ہوتی ہے۔

طلبہ اس کتاب کو نقل کرنے میں مصروف ہو گئے اور معینہ مدت سے پہلے ہی پوری کتاب نقل ہو گئی جب بھی میں اس کتاب کو حاکم انگریز کے حوالے کرنے کے لئے سوچتا تھا مجھے قدرت نہ ہوتی تھی۔ اس خیال سے میں شیخ الشریعۃ کی خدمت میں گیا اور ان سے کہا آپ عصر حاضر کے مرجع ہیں، یہ ایسی کتاب ہے جس کا مثل پورے عالمِ اسلام میں نہیں اور اسے انگریز حاکم لے لینا چاہتا ہے جب انہوں نے اس کتاب کو دیکھا ایک مرتبہ کھڑے ہوئے پھر بیٹھ گئے، دوبارہ اٹھے اور پھر بیٹھ گئے اور کہا یہی وہ کتاب ہے میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے تکبیر و تہلیل کہکر مجھ سے کتاب لے لی جو معینہ مدّت کے ختم ہونے تک انھیں کے پاس رہی وقت کے تمام ہونے سے

پہلے ہی انگریز حاکم کا قتل ہوگیا اور یہ کتاب شیخؒ ہی کے پاس موجود رہی ان کے بعد ان کے ورثاء کی طرف منتقل ہوئی لیکن آج وہ کتاب کہاں ہے مجھے اس کا علم نہیں ہے۔

البتہ کتاب کا جو نسخہ میرے پاس تھا اس سے میں نے ۱۲ نسخے تیار کیے تھے ایک نسخہ آیۃ اللہ سید حسن الصدرؒ اور ایک نسخہ آیۃ اللہ سید عبدالحسین شرف الدینؒ کے پاس بھیج دیا میرا نسخہ آج بھی میرے عمومی کتب خانے میں موجود ہے مجھے قم میں اس کتاب کا ایک جزء اور مل گیا وہ بھی میرے کتب خانے میں موجود ہے۔

اس واقعہ کی تاریخ ۱۳۴۰ ہجری سے ۱۳۴۱ ہجری کی ہے اس طرح ہمیں کتابوں کے حاصل کرنے میں عجیب وغریب واقعات پیش آتے ہیں۔

استاد علّامؒ نجف اشرف میں اپنی گرانقدر کتابوں کی حفاظت کے بارے میں سوچا کرتے تھے آپ نے مخطوطات کی جمع آوری میں بھی سعی بلیغ کی اور اسے خیابان ارم (آج کل خیابان آیت اللہ مرعشیؒ کے نام سے موسوم ہے) پر واقع اپنے مدرسے میں مخصوص کتاب خانے میں وقف کر دیا تاکہ طلّاب اس سے استفادہ کریں۔ اس عمومی کتاب خانہ کا افتتاح ۱۵ شعبان ۱۳۸۵ھ میں حضرت امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریفؑ کی ولادتِ باسعادت کے دن ایک مدرسہ میں ہوا۔

مطالعہ کرنے والوں کی کثرت اور جگہ کی تنگی کی وجہ سے استاد علاّمؒ نے اپنے مدرسے کے روبرو ۱۵ شعبان ۱۳۹۴ ہجری کو ہزار مربع میٹر زمین اور ۴ طبقوں پر مشتمل ایک نئے کتاب خانے کا افتتاح کیا۔ اس کی توسیع کی گئی اور ۵۰۰ مربع میٹر زمین مزید اس سے ملحق کر دی گئی۔ کتاب خانوں میں مطبوعہ کتابوں کی تعداد رفتہ رفتہ ۲ لاکھ ۵۰ ہزار اور مخطوعات کی تعداد ۲۵ ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ حجۃ الاسلام محقق سید احمد حسینی نے اس کی فہرست ترتیب دی جو ہمارے زمانے میں ۱۴۱۱ ہجری تک ۱۹ جلدوں تک پہنچ گئی ہر جلد میں ۴۰۰ مخطوطہ کتابوں کی فہرست ہے۔

مخطوطات میں تیسری صدی ہجری کی بے مثل اور منفرد کتابیں ہیں۔ اس کے علاوہ شیخ طوسیؒ، محقق اول علامہ حلیؒ، فخر المحققینؒ، شہید ثانیؒ، علامہ مجلسیؒ، شیخ حر عاملیؒ، میر دامادؒ، شیخ بہائیؒ صدر المتالھینؒ، فیض کاشانیؒ، شیخ انصاریؒ اور بہت سے اساطین علم و ادب کی مختلف مذاہب و ادیان پر مخطوطہ کتابیں موجود ہیں۔

میں نے اس کتب خانے میں علی بن بلال جو ابن بواب کاتبِ بغدادی کے نام سے مشہور ہیں، کے ہاتھوں کے لکھے قرآن مجید کا ایک نسخہ تقدیم کیا ہے جس کو اس نے ۱۳۹۲ ہجری میں تحریر کیا تھا۔

اس کتب خانے میں تقریباً دو ہزار افراد روزانہ مطالعہ کرتے ہیں اور یہ مرکز

خطی نسخوں کی فوٹو کاپیوں اور مائیکرو فلم وغیرہ کے تبادلے کے سلسلے میں دنیا بھر کے ۳۵۰ مراکز سے جڑا ہوا ہے۔ یہ کتب خانہ طویل وعریض اور تمام تصویری وسائل سے آراستہ ہے جس میں مطالعے کے بڑے بڑے ہال ہیں، محققین ومؤلفین اور فہرست نگاروں کے لئے کچھ کمرے بھی بنائے گئے ہیں اور اب حال ہی میں حضرت امام خمینی رضوان اللہ علیہ کی عنایت اور اسلامی حکومت کے لطف سے کتب خانے کے بغل میں ۲۴۰۰ مربع میٹر زمین بھی خریدی جا چکی ہے جس کا سنگ بنیاد استاد علّام نے اپنی آخری عمر میں روز جمعہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۱۰ ہجری کو بزرگ اور عظیم شخصیتوں کے مجمع میں رکھا۔ نئی عمارت سات مستحکم طبقوں پر مشتمل ہے۔ تین طبقے زمین کے نیچے بنائے گئے ہیں تاکہ یہ مخطوطات کا مخزن رہے اور ہر قسم کے خطرات خاص طور سے زلزلوں سے محفوظ رہے ساتھ ہی یہ عمارت بجلی کے تمام جدید ترین وسائل سے آراستہ ہے۔

ہم دین کے خدمت گزاروں اور اس کی عظیم میراث کے محافظوں کے لئے خاص طور سے استاد علّامؒ کی روح کے درجات کی بلندی کے لئے خداوند عالم کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں۔

دینی مدرسے

مراجع کرام سالہا سال دینی علوم کی تحصیل اور فقہ اہل بیتؑ کی

تعلیم کے لئے تنہائی کی سختی، غربت و مسافرت کی وحشت، فقر و تنگدستی کا غم اور طلبگی کی سختیاں برداشت کرتے رہے ہیں۔ اسی لئے جب ہم کسی مرجع کی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو اسے سماج کے رنج و غم سے آگاہ پاتے ہیں لہٰذا وہ سب سے پہلے طلّابِ علوم دینیہ کی مشکلوں کو کم کرنے یا انہیں دور کرنے کی کوشش کرتا ہے خاص طور سے جب وہ حوزۂ علمیہ پر قیادت کے شباب کو پہنچتا ہے تو اسے طلبہ کے قیام کے لئے مدرسے بنانے کی فکر ہوتی ہے۔ انہیں بنیادوں پر استادِ علّامؒ نے بھی قم میں طلباء کے قیام کے لئے مدرسوں کی تعمیر کرائی جسے ہم بطور اختصار بیان کرر ہے ہیں۔

مدرسۂ مرعشیہ

یہ مدرسہ آپ کے عمومی کتب خانہ کے مقابل واقع ہے جس کی زمین الحاج عباس فنائیا نے وقف کی تھی اس کی تاسیس ۱۳۸۳ ہجری میں ہوئی اس کی مساحت ۴۲۰ مربع میٹر اور زیر بنا ۶۶۰ میٹر ہے یہ تین طبقوں پر مشتمل ہے مدرسہ میں ۱۶۰ میٹر صحن بھی ہے جس میں ۳۷ کمرے ہیں ہر سال عشرۂ محرم میں یہاں عزاداری بھی ہوتی ہے اس مدرسہ کا نام استادِ علّامؒ کے لقب کے اعتبار سے مدرسۂ مرعشیہ رکھا گیا۔

مدرسہ مھدیہ

یہ مدرسہ خیابان باجک پر واقع ہے اس کی تاسیس ۱۳۷۶ ہجری میں ہوئی

مساحت کے اعتبار سے یہ ۴۵۰ مربع میٹر زمین پر مشتمل ہے جس میں ۳۰۰ میٹر زیر بنا ہے اس مدرسہ میں ۲۵ کمرے اور ایک دار المطالعہ بھی ہے جس میں تقریباً دو ہزار کتابیں موجود ہیں امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے نام سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس کا نام مدرسہ مہدیہ رکھا گیا۔ اس اعتبار سے بھی اسے مہدیہ کہا جاتا ہے کہ مدرسہ الحاج مہدی ایرانی کی طرف سے تعمیر کیا گیا جنہوں نے اس کے امور استادِ علامؒ کو تفویض کر دیئے تھے۔

مدرسه مومنیه

یہ بہت ہی بڑا اور جدید التاسیس مدرسہ ہے اس کی تاسیس ۱۳۸۹ ہجری میں خیابان چہار مردان چہارراہ سجادیہ پر ہوئی یہ دو طبقوں پر مشتمل ہے جس میں ۷۶ کمرے ہیں مساحت کے اعتبار سے ۲۰۱۶ مربع میٹر زمین پر واقع ہے جس میں ۱۱۷۶ میٹر زیر بنا ہے ۸۴۰ میٹر کا ایک صحن بھی ہے جس میں بڑے بڑے درخت لگائے گئے ہیں یہاں ایک دار المطالعہ بھی ہے جس میں کتابیں موجود ہیں اس مدرسہ کا نام مومنیہ اس اعتبار سے رکھا گیا کہ یہ پہلے ایک دینی مدرسہ تھا جسے مرحوم مرزا مومن خان نے بنوایا تھا مرورِ زمانہ کے ساتھ اس کی عمارت منہدم ہوگئی جسے دوبارہ استادِ علامؒ نے تعمیر کرایا۔

مدرسه شهابیه

یہ مدرسہ خیابانِ امام خمینیؒ پر واقع ہے جو شاہ رضا پہلوی کے زمانے میں قم

مقدسہ کا ایک تنہا سینما گھر تھا یہ بات انقلابی علماء اور مومنین کے دلوں پر شاق تھی کہ قم جیسے شہر میں جوانوں کو گمراہ کرنے کی غرض سے ایک طاغوتی سینما گھر بنایا گیا تھا جس میں فحش فلمیں دکھائی جاتی تھیں جو اسلامی انقلاب کے دوران شہرِ فقہ وفقاہت اور مدینہ علم واجتہاد قم کے لئے عیب تھیں لہٰذا کچھ شجاع اور بہادر مومن جوانوں نے ایک رات اسے بموں سے اڑا دیا پھر استادِ علاّمؒ نے اسے خرید لیا اور اس کے ملبہ پر ایک دینی مدرسہ کی بنیاد رکھی جس کے کئی حصے ہیں ایک طلباء کے رہنے کا حصہ ہے دوسرا دار المطالعہ، تیسرا مدرّس ہال، چوتھا چاپخانہ اور دار النشر سے مخصوص ہے۔

مجھے یاد ہے سینما گھر کے اڑائے جانے سے چند ماہ قبل میں استادِ علاّمؒ کے ساتھ ٹیکسی میں سفر کر رہا تھا جب سینما گھر کی طرف سے گزرے تو استادِ علاّمؒ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے اور خدا سے راز و نیاز میں مصروف ہو گئے۔

میں نے دعا تو نہیں سنی لیکن سینما گھر کے اڑائے جانے کے بعد یہ احساس ہوا کہ یہ اسی بزرگ کے انفاسِ قدسیہ کی برکتیں تھیں۔ چونکہ آپ کا نام شہاب الدین تھا اس لئے اس مدرسہ کا نام شہابیہ رکھا گیا۔

طلبہ کے لئے گھر

استادِ علاّمؒ کے آثار میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی نگرانی میں اہلِ علم کے

لئے بہت سے مکانات تعمیر کرائے جن میں یہ تمام ضروری سہولتیں موجود ہیں یہ مکانات خیابانِ آذر کے آخری حصے پر واقع ہے جسے کوچۂ آیۃ اللہ العظمٰی مرعشی نجفیؒ کے نام سے جانا جاتا ہے یہ ایک لمبی گلی ہے جس کے دونوں طرف طلبہ کے مکانات ہیں جو جوق در جوق قم مقدس میں آتے ہیں اوران کے پاس کوئی گھر اور جائے پناہ نہیں ہوتی۔

ہاسپٹل

آپ نے اپنی نگرانی میں غریبوں، محروموں اور تنگدست افراد کے لئے خیابانِ آذر پر نیکوئی ہاسپٹل میں درمانگاہ جدا کے نام سے ایک ہاسپٹل کی تعمیر کی۔

امام بارگاہ اور مساجد

استادِ علّامؒ نے اپنی نگرانی میں مختلف شہروں میں بہت سی مسجدیں اور امام بارگاہ بنوائے لیکن جس امام بارگاہ کی تعمیر آپ نے مرحوم الحاج غلام حسین شاکری کے حصۂ ثلث سے کرائی وہ آپ کے گھر سے ملا ہوا ہے جو عاشقانِ سید الشہداؑ کا مہبط اور مامن ہے خاص طور سے محرم وصفر کے مہینوں میں مجالسِ عزا اور اہل بیتؑ کی ولادت وشہادت پر مجالس ومحافل برپا ہوتی ہیں اس طرح یہ امام بارگاہ اسلامی علوم کی تدریس کا مرکز بھی رہا ہے جس کی طرف استادِ علّامؒ نے اپنی پہلی وصیت میں اشارہ کیا ہے

آپ نے مختلف شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں دسیوں مسجدیں، مدرسے، کنویں امام بارگاہ اور سڑکیں تعمیر کرائیں۔

طلبہ کی روٹی

۱۳۸۰ ہجری میں آیۃ اللہ العظمیٰ سید بروجردیؒ کی وفات کے بعد طلبہ کی روٹی آپ نے اپنے ذمہ لی لہٰذا آپ اپنے وکیلوں کے ذریعہ طلبہ کو ان کے مراتب کے اعتبار سے روٹیوں کے کوپن تقسیم کرتے تھے جس کی رقم آخری برسوں میں ہر ماہ ۲۰ لاکھ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ یہ دیگر مراجع کرام کے دفاتر سے ملنے والے شہریوں کے ساتھ طلبہ کو ملنے والی بہترین امداد تھی۔

آپ کی سیاسی زندگی

لوگوں کے اُمور کی نگرانی، اُن کے لئے سعادت وخوشگوار زندگی فراہم کرنا ،اُن سے شرّ وفساد کو دور کرنا اسلامی سیاست ہے دوسرے لفظوں میں اس کے معنی لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے (امرت بمداراۃ الناس) مجھے لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

نیک اور صالح علماء ہی انبیاء واوصیاء کے بعد قائد اور رہبر ہیں۔ یہی حضرات تمام طبقے کے لوگوں کے ساتھ سلامتی وسعادت اور عِلم وبرتری کی طرف سفر کرتے ہیں جب شہنشاہوں اور بادشاہوں کو علماء کی دہلیز پر دیکھو تو یقین کرلو کہ یہ علماء اور بادشاہ دونوں بہتر ہیں۔ یہ حدیث اس بات پر

دلالت کرتی ہے کہ بادشاہ سے لیکر رعایا تک اگر تمام لوگ علماء کے دروازوں پر علم وعمل، صالح کے کسب واکتساب اور دینی وانسانی وظائف سیکھنے کے لئے آئیں تو یہی بہترین اور نیک زندگی ہے۔

اور جب علماء کو بادشاہوں کے دروازوں پر دیکھو تو یہ علماء اور بادشاہ دونوں بُرے ہیں اور ظالمین کے ساتھ وابستہ زندگی بھی بُری ہے کیوں کہ علماء اور بادشاہ دونوں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، صراطِ مستقیم سے منحرف ہو گئے، اپنے آپ کو صحیح منزل تک نہیں پہنچایا اور اب یہی لوگ اللہ کے راستے میں کجی ہی تلاش کرتے ہیں۔ لہٰذا لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا، کلمہ حق کا بلند کرنا، ظلم وجور سے نبرد آزما ہونا اور انسانی معاشرے میں عدل قائم کرنا ہی ہماری سیاست ہے۔

آیۃ اللہ سید محسن الحکیم طاب ثراہٗ نے کیا جاودانی کلمہ ارشاد فرمایا ہے۔

''اگر سیاست کے معنی بندگانِ خدا کے اُمور کی اصلاح اور اُنکے حالات کی ترقی کے لئے کام کرنا ہے تو ہر عالم پر اُس کے لئے اپنی پوری قوت وتوانائی کے ساتھ قیام کرنا واجب ہے۔ ہر فقیہ اور عالم کے وجود میں صحیح رحمانی سیاست جلوہ گر ہے اور اس کے رفتار وکردار میں دینی واسلامی سیاست روشن ہے۔ اس پر استعماری سیاستوں اور استکباری گروہوں سے مقابلہ کرنا اور ہر زمانہ میں ہر ملک میں کلمہ حق کے بلند کرنے کے لئے برسرِ پیکار ہونا ضروری

ہے۔ اسے ظلم وجور کے خاتمہ، عدل وانصاف کی حکومت قائم کرنے نیز طاغوتوں اور ظالموں سے جنگ کرنے کے لئے اپنے نفس کی قربانی پیش کردینا چاہیئے۔

علمائے دین ایسی ہی شان کے ہوتے ہیں، یہی لوگ بہترین قائد اور نمونۂ عمل ہیں جو ظلم وعناد ومنکرات حتیٰ درباری ملاؤں اور واعظوں تک سے بھی جنگ کرتے ہیں۔

ایسے ہی نیک افراد میں استادِ علّام ؒ بھی تھے آپ نے ایران کے اسلامی انقلاب کی قیادت میں شرکت فرمائی اور امام راحل اسلامی انقلاب کے عظیم قائد ورہبر حضرت امام خمینیؒ کے ساتھ ایک ہی مورچے پر تھے یہاں تک کہ اس انقلاب کو کامیاب کیا۔ اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی نبی اکرمؐ اور اہل بیت اطہارؑ کے دین کو مضبوط ومحکم فرمایا حتیٰ اپنی زندگی کے آخری سال تک یہ فریضہ انجام دیا جس کی گواہی وہ اعلانات وبیانات دے رہے ہیں جسے آپ نے اسلامی انقلاب کے دوران ارشاد فرمایا تھا۔

آپ نے اس انقلاب کے پس منظر میں دین محمدی کی ترویج، قرآن کریم اور اہلبیتؑ کے معارف ومسالک کی نشر واشاعت فرمائی۔

میں نے ایک دن آپ سے ان سیاسی معرکوں پارٹیوں اور طنطنوں اور سیاسی شخصیتوں کے ہمہموں کے بارے میں اپنے شرعی فرائض دریافت کئے

تو آپ نے جواب دیا کہ ہمیں مذہبِ اہل بیتؑ کی رعایت اور اسکی حفاظت کرنا چاہئے اور اسے سالم حالت میں اپنی اولاد کے سپرد کردینا چاہئے جیسے ہمارے آباؤ اجداد نے ہمارے سپرد کیا تھا۔

انھیں بنیادوں پر استادِ علاّمؒ سیاست کے بارے میں سوچا کرتے تھے۔

آپ کی سماجی زندگی

اہم دینی شخصیتوں اور امت کے مصلح قائد نیز دینی مراجع کی اہم ذمہ داریاں سماج میں اصلاح، اسے ترقی کی راہ پر گامزن کرنا اور سماج میں علم وثقافت کو فروغ دینا رہی ہیں۔ جو اس عالم میں صبح کرے اور مسلمانوں کے اُمور اور ان کے حالات کے بارے میں غور وفکر نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔ اسلام میں کوئی رہبانیت نہیں ہے اور بلاشبہ میری امت کی رہبانیت جہاد اور تمام لوگوں کے ساتھ باہم سلوک کرنا ہے، مجھے لوگوں کے ساتھ حُسنِ سلوک کو حکم دیا گیا جیسا کہ احادیثِ شریف میں وارد ہوا ہے

اسی طرح استادِ علاّمؒ نے بھی امت کے درمیان ایک نیک فرزند، شفیق بھائی، مہربان باپ، رحیم استاد اور ہمدرد قائد کے عنوان سے زندگی بسر کی۔ کبھی آپ سے کوئی ایسا کلام صادر نہیں ہوا جو خوشگوار اور پاکیزہ سماج کے عادات واخلاق سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ آپ انتہائی اخلاص سے لوگوں کی مدارت کرتے تھے اور اگر بعض اوقات سخت کلامی اور تندروئی سے لوگ کام

لیتے تو ان کے احساسات وجذبات کی رعایت کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے جب صدام لعین شہر مقدس قم اور ایران کے بیشتر شہروں کو میزائیلوں اور بموں کا نشانہ بنائے ہوئے تھا، عوام خوف ودہشت سے اپنی جان بچانے کے لئے قم سے باہر بھاگ رہے تھے لیکن استادِ علاّمؒ اپنی جگہ پر موجود رہے۔ آپ اس سے پہلے حرمِ مطہر میں نمازِ جماعت پڑھانے کے لئے ٹیکسی سے جایا کرتے تھے لیکن ان مصیبت زدہ دنوں میں اپنی کبر سنی اور ضعیفی کے باوجود نماز پڑھانے کے لئے پیدل تشریف لیجاتے تھے جب آپ سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو فرمایا میں چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے دیکھیں تا کہ ان کے دلوں کو اطمینان ہو جائے۔

ایک دفعہ میں آپ کے پاس آپ کے حجرہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک ضعیف آدمی آیا اور سلام کے بعد فرمایا اے سید میں آپکو ذاتی طور پر جانتا ہوں۔ میں ایک دلاک ہوں آپ کو آپ کی زندگی کا ایک واقعہ یاد دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ میں عمومی حمام میں دلاک تھا آپ جوانی کے ایام میں اپنے چھوٹے بچوں کے ساتھ حمام میں تشریف لائے اور وہاں کچھ بچوں کو دیکھکر مجھ سے ان کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا یہ یتیم بچے ہیں اس وقت آپ اپنے بچوں سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے ان یتیم بچوں کے سامنے احساسات کی رعایت کرتے ہوئے تم لوگ مجھے بابا کہہ کر نہ پکارنا پھر آپ

نے مجھے کچھ روپے دیئے تا کہ میں ان بچوں کے پڑھنے لکھنے کی ضروری چیزیں خریدوں۔

جب میں نے یہ واقعہ سنا میرے حواس دنگ رہ گئے، میں نے اپنے دل میں کہا ''اللہ اکبر'' یہی لطیف احساسات اور ظریف و دقیق سماجی نکات کی رعایتیں ہیں۔

آپ کے اور عوام کے درمیان کوئی پردہ نہیں تھا۔ آپ کا دروازہ آنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔

میں وہ ساعت کبھی نہیں بھول سکتا جب میں آپ کی وفات سے دو دن پہلے آپ کے پاس موجود تھا اور ایک ضعیفہ اپنے خمس کی ادئیگی کے لئے آپ کے پاس آئی اس نے آپ سے قیامت کے دن اپنی شفاعت کی درخواست کی۔ آپ نے جواب دیا اگر تو شفاعت کی اہل ہوگی تو میں یقیناً تیری شفاعت کروں گا۔

وہ اپنے دشمنوں پر بھی مہربان تھے پھر بھلا اپنے دوستوں اور چاہنے والوں کے ساتھ کیوں نہ حُسنِ سلوک کرتے۔

ایک دن آپ نے مجھ سے اپنے حاسدوں کی طرف سے اپنے اوپر ہونے والے واقعات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ صحنِ مطہر میں وہ دسیوں صفوں کی جماعت کی امامت فرمایا کرتے تھے لیکن دشمنوں کی افواہوں اور

حاسدوں کی چغلیوں سے نوبت یہاں تک آ گئی کہ تھوڑے سے مومنین کی امامت فرمانے لگے۔

استادِ علامؒ نے فرمایا

''میں ان دنوں سیدہ معصومہ سلام اللہ علیہ کی ضریح کے قریب آیا اپنی عبا اپنے سر پر رکھی عمامے کے تحت الحنک کا ایک سرا ضریحِ اقدس سے باندھ دیا اور اس طرح شہزادی کی خدمت میں حاضر ہوا جیسے عوام آتے ہیں۔ پھر میں شدت سے رویا اور اپنے مصائب و آلام نیز بعض لوگوں کی ایذا رسانی کا ان سے شکوہ کیا اسی اثناء میں مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی تو میں نے عالمِ مکاشفہ میں دیکھا کہ میں ایک وسیع و عریض میدان میں دوڑ رہا ہوں میرے دشمن مجھے ہر طرف سے پتھر مار رہے ہیں اور میں چیخ رہا ہوں اے میرے جدا امیر المومنینؑ مجھے اس مصیبت سے رہائی دیجئے۔ خوف زدہ بھاگتے ہوئے میں نے یہ محسوس کیا کہ کسی نے پیچھے سے مجھ پر ہاتھ رکھ دیا ہے، یقین ہو گیا کہ یہ امیر المومنینؑ کا ہاتھ ہے انہوں نے مجھے زمین سے اوپر اٹھایا اور کہا صبر کرو آپ کے جدا امیر المومنینؑ کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔ میں بیدار ہو گیا اور اپنے دل میں انتہائی سکون و قرار محسوس کیا۔
انھیں مصیبت زدہ دنوں میں ایکدن میں کسی مجلس میں گیا وہاں ایک عمامہ پوش شخص بھی تھا، میں اس کے پہلو میں بیٹھ گیا اس نے مجھ سے شدت

عداوت کی بناء پر لوگوں کے سامنے میری طرف پیٹھ کرلی۔ میں نے اپنے دل میں اسے محفوظ کرلیا اور اس کا حساب خدا کے حوالے کردیا۔ جب میں وہاں سے جانے لگا تو اس کے دامن میں کچھ پیسے ڈال دیئے اور اسے احساس تک نہ ہوا اس کے بعد وہ لوگوں سے بیان کرتا تھا اس رات میرے پاس کچھ بھی پیسہ نہیں تھا۔ وہ اپنی گود میں کچھ مال پاکر انتہائی حیرت میں تھا اسے احساس ہی نہیں ہوا کہ میں نے اس کی گود میں پیسہ ڈال دیا تھا۔ اس عظیم اخلاق کو دیکھو اور سوچو لوگوں کے ساتھ کس اعتبار سے رہنا چاہئے۔

آپ حرم اور صحن معصومہ قمؑ میں تینوں وقت نماز پنجگانہ پڑھانے تشریف لے جاتے تھے آپ نے فرمایا جب میں نے قم مقدسہ کو اپنا وطن بنایا تھا حرم مطہر معصومہؑ میں نماز صبح کی جماعت نہیں ہوتی تھی آپ نے اس خدمت کو ۶۰ سال تک انجام دیا۔ آپ ہی وہ فردِ فرید ہیں جو طلوعِ فجر سے ایک گھنٹہ پہلے حرم شریف میں بلاناغہ پہنچ جایا کرتے تھے حتیٰ سردی اور برف باری کے زمانے میں بھی اپنے اس عمل کو جاری رکھا جبکہ گلیوں میں برف جمی رہتی تھی آپ بڑی مشکل سے گلی میں راستہ بنا کر حرم پہنچتے اور بند دروازے کی پشت پر بیٹھے دروازہ کھلنے کا انتظار کرتے تھے۔

آپ نے فرمایا میں پہلے پہل تنہا ہی نماز ادا کرتا تھا اس کے بعد ایک شخص میرے ساتھ نماز پڑھنے لگا رفتہ رفتہ جماعت میں اضافہ ہوتا گیا۔

استادِ علامؒ کی مرجعیت کا زمانہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کرنے اور فقہ کے درسِ خارج سے شروع ہوا۔ آپ فقہ کا درسِ خارج حرم سیدہ معصومہؑ میں مسجد بالاسر میں ۱۰ بجے دن اور اصول کا درسِ خارج شام کے وقت اپنے گھر میں دیا کرتے تھے لیکن جب اپنی آخری عمر میں مختلف قسم کے امراض میں مبتلا ہو گئے تو یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ آپ روزانہ سیکڑوں خطوط کے جواب دیا کرتے تھے جو ایران اور بیرون ملک سے ان کے مقلدین اور دوسرے افراد کی طرف سے آتے تھے۔

مجھے یاد ہے آپ کے آخری دورِ حیات میں افریقہ کے کسی شہر سے ایک تفصیلی خط آیا جس میں ۷۰ سوال پوچھے گئے میں نے تین روز تک اسے آپ کے سامنے پڑھا اور آپ روزانہ مجھے ایک گھنٹہ اس کا جواب لکھایا کرتے تھے۔ آپ حسبِ استطاعت لوگوں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے، کبر سنی، مختلف بیماریاں، رنج و غم کا ہجوم اور لوگوں کی قیل وقال اس راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے تھے بلکہ پوری صلاحیت اور قوت کے ساتھ خدا کی نصرت سے ہر مشکلوں اور سختیوں کا مقابلہ کرتے تھے۔ آپ سماجی زندگی کی بہترین مثال تھے۔

ثم كان من الذين آمنو وتواصوا بالصبر وتواصو بالمرحمة (البلد۱۷)

''تو پھر ان لوگوں میں شامل ہو جانا جو ایمان لائے اور خیر کی نصیحت اور ترس کھانے کی وصیت کرتے ہیں۔''

سچ ہے جو انسان ایسے معاشرے اور سماج میں زندگی بسر کرے جہاں مادّے کا اقتدار ہو وہ شیطان اور نفسِ امّارہ کی پیروی کرتا ہے یقیناً ایسے انسان گھاٹے میں ہیں۔

مگر استادِ علّامؒ جیسے بہت سے افراد ایمان لائے اور عمل صالح انجام دیئے۔

وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر (العصر ۳)

''تم اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرنا اور اسی سے مغفرت کی دعا مانگنا وہ بےشک بڑا معاف کرنے والا ہے''

آپ کو حرمِ آئمہ اطہارؑ اور انکی اولاد کے حرم مثلاً حضرت امام علی رضاؑ، حرمِ حضرت امام حسینؑ کی نقابت اور دیگر پُرافتخار مناصب حاصل تھے۔

نیز حرمِ حضرت ابوالفضل العباسؑ، شیراز میں احمد بن موسیٰ بن جعفرؑ، قم میں سیدہ معصومہؑ، ری میں حرمِ حضرت شاہ عبدالعظیمؒ اور امام موسیٰ کاظمؑ کی اولاد سید جلال الدین اشرفؒ کے روضہ نیز کاشان میں حرم علی بن محمد باقرؑ میں منصبِ تدریس، نقابت اور خدمت کا افتخار حاصل تھا۔

آپ کی اولاد

استادِ علّامؒ جو اپنی زندگی میں ضرب المثل تھے خداوند عالم نے آپ کو آٹھ اولاد عطا کیں جن میں ۴ بیٹے اور ۴ بیٹیاں ہیں آپ کے تین فرزند عالمِ دین ہیں۔

(۱) حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمود مرعشی صاحب قبلہ مدظلہ۔ آپ اپنے والد ماجد کے وصی اور قم میں مکتبہ عامّہ کے امین بھی ہیں۔

(۲) حجۃ الاسلام سید محمد جواد مرعشی مدظلہ۔

(۳) ثقۃ الاسلام السید امیر حسین مرعشی مدظلہ۔

(۴) السید محمد کاظم مرعشی جو تہران میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

(۵) زوجہ الحاج علی برادر آیۃ اللہ العظمٰی حضرت شیخ فاضلِ لنکرانیؒ

(۶) زوجہ مرحوم الحاج حجۃ الاسلام سید عباس موسویؒ

(۷) زوجہ مرحوم الحاج سید خلیل میری تہرانیؒ

(۸) زوجہ حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج شیخ عباس علی عمید زنجانیؒ جو تہران کے جید علماء میں سے ہیں نیز دانشگاہ طہران کے پروفیسر بھی ہیں۔

آپ کے اخلاق کی خوشبو

خداوند تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

وانک لعلی خلق عظیم

''اے رسولؐ بے شک آپ خُلقِ عظیم پر فائز ہیں''

نبی اعظم خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰؐ کو اس لئے مبعوث برسالت کیا گیا تا کہ وہ اپنے اقوال واعمال اور رفتار و کردار کے ذریعے مکارمِ الاخلاق کی تکمیل کریں اور یہی انبیاء واوصیاء کی سیرت رہی ہے۔ علماء لوگوں کے

درمیان عوام کی سرپرستی اور قیادت نیز فضائل ومحامد کو عام کرنے میں انبیاء کے وارث ہیں۔ یہی علماء انبیاء اور اوصیاء کے بعد انسانی سماج اور معاشرے کے لئے صالح قائد اور بہترین نمونۂ عمل ہیں۔ انہیں اخلاقِ حسنہ، صفاتِ حمیدہ اور بہترین سیرت نیز تقویٰ وپرہیزگاری میں ضرب المثل مانا جاتا ہے۔ ایسے ہی صالح اور متقی علماء میں استادِ علاّم ؒ کا بھی شمار تھا جو اپنے زُہد وورع، تقویٰ وپرہیزگاری اور تواضع وانکساری میں اپنی مثال آپ تھے آپ عالمِ باعمل تھے۔ لوگوں کو ایسی چیز کا حکم دیتے تھے جس پر خود عمل پیرا تھے اور اسی چیز سے روکتے تھے جس سے خود پرہیز کرتے تھے۔

میں نے انہیں ضعیفی کے زمانے میں اکثر دیکھا ہے کہ جب وہ حرمِ حضرت معصومہ قمؑ میں نماز یا درس کے لئے جاتے تھے تو دور ہی سے عورتوں کو دیکھ کر اپنے چہرے پر عبا ڈال لیا کرتے تھے تاکہ پہلی نظر کسی اجنبی اور نامحرم عورت سے نہ ٹکرائے۔ آپ کو اپنے اس مستحسن عمل پر ملکہ حاصل تھا آپ صرف خدا کی رضا ہی کے مطابق باتیں کرتے تھے۔ ایک دن میں نے انہیں تنہائی میں اپنے رب سے مناجات کرتے ہوئے دیکھا، ایسا لگتا تھا جیسے وہ اپنے خدا کو اپنے بالکل قریب دیکھ رہے ہیں۔ یہ وہ کیفیت تھی جسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

یہ چیز ان کے زُہد وورع اور تقویٰ وپرہیزگاری کے اوپر بہترین گواہ ہے کہ

انہوں نے پہلی وصیت میں اپنے فرزند کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

''میں اسے (اپنے فرزند کو) صلہ رحم کی وصیت کرتا ہوں خاص طور سے ان کے بھائیوں اور بہنوں کے سلسلے میں اور یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ نیکی کا سلوک کرے اس لئے کہ میں نے اپنے بعد دنیا کے ٹھیکروں (مال و دولت کی طرف اشارہ) کی شکل میں کچھ نہیں چھوڑا ہے مجھے جو کچھ بھی حاصل ہوا اُسے حتیٰ وہ رقم بھی جو خاص طور سے مجھے دی جاتی تھی محتاجوں خصوصاً اہل علم پر صرف کر دیا ہے۔ عنقریب میں دنیا سے سفر کرنے والا ہوں لیکن اپنے ورثاء کے لئے دنیا کے مال و اسباب اور زر و جواہر میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے۔ انہیں اپنے رب کریم کے حوالے کر دیا ہے اور ان کے لئے بہترین یادیں اور اچھی باتیں چھوڑی ہیں اور اگر میں اپنی اولاد کے لئے مال و اسباب سمیٹنے کی کوشش کرتا، لوگ میرے اوپر اس قدر اعتبار کرتے تھے کہ میں اپنے وارثوں کے لئے لاکھوں اور کروڑوں کی جائداد اور مال و اسباب چھوڑ سکتا تھا (فاعتبروا یا اولی الابصار)

وہ اپنی وصیت میں فرماتے ہیں میرے ساتھ میری وہ جائے نماز بھی دفن کر دی جائے جس پر میں نے ۷۰ سال نمازِ شب ادا کی ہے وہ تیرہ سال ہی کی عمر سے نمازِ شب کے پابند تھے پروردگار انہیں مقام محمود پر مبعوث کرے۔

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں میں اسے وصیت کرتا ہوں میرے ساتھ میری وہ تسبیح بھی دفن کی جائے جس کے دانوں پر میں نے ہر صبح خداوند کریم سے مغفرت طلب کی ہے۔ مجھے یاد آتا ہے کہ ایک دن انہوں نے اخلاق و عرفان پر گفتگو کرتے ہوئے حسد کے سلسلے میں فرمایا ''حسد شروع میں حاسد کے دل میں سیاہ نقطے کے مانند ہوتا ہے اگر حسد کرنے والا، علمائے اخلاق کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق اپنے نفس کا علاج نہ کرے تو یہ خداوند عالم سے دعا کرتے تھے کہ وہ اس سے اس مرض کو زائل کردے اور اس بات میں غور وفکر کرتے تھے کیوں اس نے اپنے بھائی سے نعمت چھیننے کا قصد کر رکھا ہے جب کہ خدا ہی عطا کرنے والا اور نعمت روک لینے والا ہے، وہی نافع بھی ہے اور ضارع بھی اسے چاہئے کہ وہ اپنے پروردگار سے ایسی ہی نعمت کی درخواست کرے جیسی خدا نے اس کے محسود کو عطا کی ہے اس طرح وہ اپنا علاج کرلے گا اور اگر حسد کے اس بیج کا علاج نہ کیا جائے اور اس نقطے کو مٹایا نہ جائے تو وہ پھلنے پھولنے لگتا ہے اور ایک دن ظلم کا درخت ہو جاتا ہے جو انسان کے وجود کو کھا جاتا ہے''۔

اس کے بعد یہ فرمایا میں اپنے والد کے ہمراہ کفایۃ الاصول کے مصنف محقق آخوندؒ کے درس میں جایا کرتا تھا ایک دن انہوں نے ایسے آدمی کو دیکھا جو علماء کا لباس پہنے ہوئے تھا اسے دیکھتے ہی والد نے ان الفاظ میں بددعا کرنا

شروع کردی۔

اللهم اخذله فی الدنیا والآخرة

بار الٰہا اسے دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار کردے

میں نے بارہا ان کی زبان سے بددعا کے یہ کلمات سنے ایک روز میں نے اس کا سبب پوچھ ہی لیا تو انھوں نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو محقق آخوندؒ کے درس میں اپنے ایک دوست کے ساتھ حاضر ہوا کرتا تھا اور محققؒ اس کے دوست کی ذکاوت و ذہانت کی تعریف کیا کرتے تھے جس کی بناء پر اس کے وجود میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی ایک دن اس کا دوست زکام میں گرفتار تھا، میں اس کے پاس عیادت اور تیمارداری کے لئے گیا ہوا تھا کہ وہ شخص آیا اور اس سے کہا لو یہ میرے پاس تمہارے لئے دوا موجود ہے اس نے کوئی چیز ظرف میں ڈال کر اسے پلا دی تھوڑی دیر کے بعد اس کے بیمار دوست کا رنگ اڑ گیا اور وہ چند ہی گھنٹوں میں انتقال کر گیا ہم سمجھ گئے کہ اس نے اپنے بیمار دوست کو شدتِ حسد کی بناء پر زہر دے دیا اور اس کے چار بچوں کو باپ کی شفقت سے محروم کر دیا حسد کے یہی اثرات ہوتے ہیں وہ ایمان کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

اس کے بعد فرمایا شیخ ہادی نجف کے علماء میں سے تھا، اس پر لعنت ملامت کی گئی اس کی تکفیر کی گئی اور اسے ڈنڈوں سے مارا گیا۔ یہ عالم فاضل تھا اس

نے صحیح اور مسلّم الثبوت کتابیں تالیف کی ہیں اس کی تحریروں میں کوئی ایسی چیز نہ مل سکی جو اس کے کفر اور دہریت پر دلالت کرتی اور جو چیز اس کے کفر کا سبب بنی وہ یہ تھی کہ شیخ ہادی نے مرزا حبیب سے ان کی زندگی کے آخری ایام میں ملاقات کی اس وقت دو شخص دروازے پر کھڑے تھے شیخ ہادی کے لئے چائے لائی گئی اس نے چائے پی خادم جب استکان لیکر واپس ہوا تو دروازے پر کھڑے ان دو شخصیتوں نے (حسد کی بنا پر) خادم سے کہا مرزا حبیب کہتے ہیں کہ استکان پاک کرلو اس میں ایک کافر نے چائے پی ہے یہ خبر تیزی کے ساتھ پھیل گئی اور اسی کے درمیان تین دن کے بعد مرزا حبیب کا انتقال ہو گیا اور کسی کو ان سے حقیقت حال پوچھنے کا موقع نہیں ملا البتہ یہ بات ثابت ہے کہ دونوں حاسدوں نے شیخ ہادی سے حسد کی بنا پر یہ بات اپنی طرف سے کہی تھی لیکن شیخ کی تکفیر عوام کی زبانوں پر باقی رہ گئی۔ ہاں ایک دن صحنِ مطہرِ حضرت امیر المومنینؑ میں ایک مجلس تشکیل دی گئی جس میں نجف کے بزرگ علماء حاضر ہوئے، مشہور خطیب منبر پر گیا اور شیخ ہادی کے فضائل ومحامد بیان کئے اور ان پر لگائی گئی تہمت کا ازالہ کرنے کے بعد ایک ظرف میں شیخ کو تھوڑا سا پانی پلایا جس سے نجف کے ان بزرگ علماء نے باری باری پیا تا کہ لوگوں پر شیخ کا ایمان اور ان کی طہارت ثابت ہو جائے لیکن عوام اسے کافر ہی گردانتے رہے اور وہ دونوں حاسد وظالم

جنہوں نے شیخ ہادی سے حسد کیا تھا، زندگی منحوس ایام بسر کرنے کے بعد فقر و ہلاکت میں اس دنیا سے گئے اور جہنم ان کا ٹھکانہ بنا۔

استادِ علّامؒ کی چند کرامات

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

و جعلنی من المکرمین (سورۂ یٰس۔۲۷)

بے شک اولیائے خدا اور اس کے صالح و مقرّب بندوں میں ایسی کرامتیں پائی جاتی ہیں جو ان کی زندگی میں بھی اور موت کے بعد بھی ظاہر ہوتی ہیں خدا کی سرزمین پر یہ ایک سنت الٰہیّہ رہی ہے تاکہ اولیائے خدا ایسے چمکتے ہوئے ستارے بن جائیں جن کے ذریعے لوگ دنیا کے اندھیروں اور تاریکیوں میں ہدایت پائیں وہی خیر و سعادت اور احسان کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور وہی راہِ انبیاء اور ان کی رسالت کی حفاظت کرتا ہے۔

بے شک علماء، انبیاءؑ کے علوم و فنون اور فضائل و کمالات کے وارث نیز روئے زمین پر ان کے امین ہیں اور جب کہ شہید انسانی معاشرے کے عقائد و اعمال کا شاہد ہوتا ہے جس کی حفاظت کے لئے جام شہادت نوش کرتا ہے اور جب شہداء کا خون انسانی معاشرہ کی حیاتِ دوام کا سبب بنتا ہے اور شہید امّت کے لئے شمع اور اس کا دھڑکتا ہوا دل ہے تو علماء کے قلم کی روشنائی شہداء کے خون سے بھی افضل ہے اور یہ خداوند قادر و علیم کی سنّت

ہے کہ اس نے پیغمبر اسلام کے امین ان علماء کی ذات میں بھی کرامت و فضیلت اور امانت و وثاقت جیسے کمالات کو جلوہ گر کیا ہے جن کے ذریعے ہدایت کے خواہاں ہدایت پاتے ہیں۔

انھیں صالح اور مکرّم علماء میں سے استادِ علّام بھی تھے انہوں نے اپنی بعض کرامتیں ''اما بنعمتہ ربک فحدث'' کے عنوان سے مجھ سے بیان کی ہیں اور بندے پر خدا کے خاص لطف و کرم کا مجھ سے تذکرہ کیا ہے جب بندہ اپنے خدا کی طرف حقیقی طور پر متوجہ ہو جاتا ہے اپنی نیت اور اپنے عمل کو خالص کر لیتا ہے تو خدا اس کے اوپر کس طرح لطف و احسان فرماتا ہے۔

میں نے ان کی بعض کرامتیں ان کی حیات میں ہی لکھ کر انھیں سنا دی تھیں یہاں ہم اشارے کے طور پر ان کی کچھ کرامتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

پهلی کرامت ۔ دست غیب

استادِ علّام نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رضا خان علیہ اللعنۃ والعذاب نے اپنے زمانے میں استعماری آقاؤں کے حکم سے ایران کے شہروں میں آزادیٔ نسواں کے عنوان سے فحشاء و فساد رائج کرنے کے لئے عریانیت اور بے پردگی کا حکم دے دیا تھا جس کی بناء پر امتِ اسلامیہ کا وقار اور اس کی اخلاقی قدریں متزلزل ہو گئیں تھیں اور مومن معاشرہ میں ان کے غلبہ اور رعب و وحشت کی بناء پر دین کی رُوح مُردہ ہوتی جارہی تھی۔

اس تاریک زمانے میں قم شہر کا کوتوال بدمعاشوں کا سرغنہ تھا وہ لمبا چوڑا الجیم اور شحیم تھا میں نے ایک دن حرمِ سیدہ معصومہ سلام اللہ علیہ میں نمازِ جماعت کے بعد عورتوں کی گریہ وزاری اور چیخ وپکار کی آوازیں سنیں۔ استفسار کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ شہر کوتوال عورتوں کے مجمع میں ان کی چادریں چھیننے کے لئے گیا ہے میں تیزی سے اس کی طرف گیا اور دیکھا کہ وہ عورتوں کے سروں سے چادریں چھین رہا ہے اور سب خوف وہراس سے گریہ وزاری کر رہی ہیں۔ میں غصے سے سرخ ہوگیا اور غیرارادی طور پر اس کے منہ پر ایک زبردست طمانچہ رسید کیا اور بولا بدبخت خدا تجھ سے سمجھے تو حرمِ حضرت معصومہؑ میں یہ جسارت کر رہا ہے۔ اس نے مجھے غضبناک نگاہوں سے دیکھا اور کہا کہ اے سید میں تیرے لئے کافی ہوں۔ میں سمجھ گیا اس نے میرے قتل کا ارادہ کر لیا ہے خدا کے لطف وکرم سے دوسرے ہی دن یہ خبر نشر ہوئی کہ وہ بازار میں گیا اس پر چھت گر پڑی اور اسی وقت ہلاک ہوگیا اور واصل جہنم ہوا میں نے اس اقدام میں خداوند کریم کا لطف وکرم، حضرت معصومہؑ کی عنایت اور خدا کا غیبی ہاتھ دیکھا جب کہ میں خود ضعیف الجثہ تھا اور اس لمبے چوڑے شخص سے مقابلہ کی قوت نہیں رکھتا تھا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ کیسے یہ زبردست طمانچہ میں نے اس کے چہرے پہ مارا جس سے اس کی آنکھیں حلقہ چشم سے باہر آگئیں۔

اور یہ خبر پھیل گئی کہ شہر کوتوال سید (آیۃ اللہ مرعشیؒ) کی کرامت سے ہلاک ہو گیا۔

دوسری کرامت

ایک سچا خواب

استادِ علّامؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ انھوں نے عالمِ شباب میں جبکہ ابھی ان کی عمر کل تیس سال تھی، ایک خواب دیکھا کہ قیامت آ گئی ہے اور خوفناک انداز میں صور پھونکا جا چکا ہے جیسا کہ اس کے بارے میں احادیثِ شریف اور قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔ انگلیاں زرد ہو گئیں ہیں، دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو دودھ پلانا بھول گئیں، چہرے غبار آلود ہو گئے ہیں اور لوگ جوق در جوق حیرت و پریشانی میں کھڑے ہیں جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔

مجھے حساب و کتاب کے لئے ایک مقام پر لیجایا گیا یہ جگہ اس سے الگ تھی جہاں تمام لوگوں کا حساب و کتاب لیا جا رہا تھا مجھے بتایا گیا کہ یہ اہلِ علم کی تعظیم و تکریم ہے ان کا حساب لوگوں کے سامنے نہیں لیا جاتا۔ میں ایک خیمے میں داخل ہوا وہاں میں نے رسولؐ خدا کو حساب کرتے ہوئے دیکھا جو منبر پر تشریف فرما تھے اور ان کے داہنے بائیں دو شیخ بیٹھے ہوئے تھے جن کے چہرے سے صالحین کی ہیبت اور اہلِ تقویٰ کی جلالت ظاہر ہو رہی تھی۔ ان

دونوں بزرگوں کے سامنے کتابیں رکھی ہوئی تھیں لیکن ایک کی کتابیں دوسرے کی کتابوں سے زیادہ تھیں۔ اہل علم صف بستہ کھڑے ہوئے تھے ،لوگوں نے مجھ سے کہا ہر صف ایک ایک صدی کے علماء کی صف ہے مجھے چودہویں صف میں کھڑا کیا گیا اور میں اپنے حساب وکتاب کا انتظار کرنے لگا میرا دل مضطرب تھا۔ میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپ حساب وکتاب میں بڑی باریک بینی سے کام لے رہے ہیں۔ جب کوئی عالم حضرت رسولؐ خدا کے حضور شفاعت کا محتاج ہوتا تھا تو یہ دونوں شیخ اس کی شفاعت کر دیتے تھے۔ میں نے اپنے بغل میں کھڑے ہوئے شخص سے پوچھا یہ دونوں بزرگوار کون ہیں؟ میں دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کاش میں انھیں پہچانتا ہوتا تاکہ اگر مجھے بھی شفاعت کی ضرورت ہوتی تو انھیں ان کے مبارک ناموں سے پکارتا۔ اس نے جواب دیا یہ شیخ مفیدؒ اور علامہ مجلسیؒ ہیں۔ میں نے پوچھا ان دونوں کے سامنے یہ کتابیں کیسی رکھی ہوئی ہیں ؟اس نے جواب دیا ان کی تالیفات ہیں اور یہی ذریعہ شفاعت ہیں۔ میں نے علامہ مجلسیؒ کے سامنے زیادہ کتابیں دیکھیں وہ زیادہ شفاعت کرتے ہوئے نظر آئے۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنے خدا کا شکر ادا کیا۔

تیسری کرامت

ایک سچا خواب جس میں حضرت معصومہ قم ؑ کی توصیف بیان کی گئی۔

استادِ علاّم ؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ اپنے والد حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ السید محمود مرعشیؒ سے سیدۃ النساء عالمین حضرت فاطمہ زہراؑ کی قبر مطہر کے متعلق بحث کر رہے تھے۔ ایک دن میرے والد نے حضرت امام جعفر صادقؑ کو خواب میں دیکھا جو فرما رہے تھے کہ تم پر کریمہ اہلِ بیت حضرت فاطمہ معصومہؑ کا احترام واجب ہے والد نے فرمایا میں نے خیال کیا امام علیہ السلام اِس سے حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا مراد لے رہے ہیں تو امام علیہ السلام نے میرے اس خیال کو دفع کرنے کی غرض سے فرمایا میری مراد حضرت فاطمہ بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے ہے جو سرزمین قم میں مدفون ہیں۔

پھر آپ نے فرمایا جب میں عالمِ شباب میں پریشانیوں اور سختیوں میں گھرا تھا اور اپنی بیٹی کی شادی کرنا چاہتا تھا اور میرے پاس مالِ دنیا میں سے کچھ بھی نہیں تھا میں خدا کے علاوہ کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلانا معیوب سمجھتا تھا پس میں کریمہ اہل بیتؑ حضرت فاطمہ معصومہ سلام اللہ علیہ کے حرم مبارک میں گیا کہ میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور دل مجروح تھا میں نے معصومہؑ سے مخاطب کرتے ہوئے کہا اے میری شہزادی ایسا لگتا

ہے آپ میرے حالات نہیں دیکھ رہی ہیں اور میری مشکلوں کو حل نہیں کر رہی ہیں میں اپنی بیٹی کی شادی کیسے کروں جبکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔اس غم زدہ کیفیت میں گھر آیا اور سو گیا اتنے میں خواب دیکھا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے جب میں نے دروازہ کھولا تو ایک شخص کو دیکھا جو مجھے کہہ رہا ہے کہ آپ کو معصومہؑ بلا رہی ہیں۔میں تیزی کے ساتھ ان کی خدمت میں گیا جب صحن مبارک میں داخل ہوا تو وہاں تین کنیزوں کو دیکھا جو طلائی رواق میں جھاڑو دے رہی تھیں۔میں نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے جواب دیا ابھی حضرت سیدہ معصومہؑ تشریف لا رہی ہیں۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے حضرت سیدہ معصومہؑ کو دیکھا جو بہت ہی نحیف و ناتواں تھیں، ان کا جسم زرد تھا، ان کی رفتار حضرت فاطمہ زہراؑ کی رفتار سے مشابہ تھی (جیسے میں نے اس سے پہلے بھی تین دفعہ دیکھا تھا) میں آگے بڑھا اور ان کے ہاتھوں کو چومنے لگا کیونکہ یہ نسبت میں میری پھوپھی ہوتی ہیں سیدہ معصومہؑ نے فرمایا اے شہاب ہم تمھارے اُمور سے کب غافل ہیں کہ تم ہم سے شکوہ کر رہے ہو جس دن سے تم قم آئے ہو ہماری حفظ و نگہداشت میں ہو۔میں سمجھ گیا کہ میں نے شہزادی کی شان میں بے ادبی کی ہے۔لہٰذا معذرت طلب کی۔جب میں خواب سے بیدار ہوا تو زیارت اور معذرت طلب کرنے کے لئے حرم شریف آیا جلد ہی میری

حاجت پوری ہوگئی اور خداوند کریم نے میرے اُمور کو آسان کردیا۔

اس کے بعد استادِ علاّمؒ نے اہل بیتؑ کے نزدیک حضرت معصومہؑ کی عظمت ومنزلت کے متعلق امام جواد علیہ السلام کے حوالے سے ایک حدیث بیان فرمائی

من زارها عارفا بحقها وجبت له الجنّه

جوان کے حق کی معرفت کے ساتھ زیارت کرے بہشت اس پر واجب ہے۔۔

اس کے بعد فرمایا جب میں آشیانہ آل محمدؐ قم مقدسہ میں آیا تھا، میرے پاس مال دنیا سے ایک قبا اور ایک ردا کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا اور آج جو کچھ بھی میرے پاس موجود ہے وہ حضرت معصومہؑ کے وجود وکرم کی برکتیں ہیں۔

چوتھی کرامت

جسے میرے والد علام قدس سرہ نے اپنی کتاب الرافد میں نقل کیا ہے جو استاد علام کی زندگی میں زیور طبع سوے آراستہ ہوچکی ہے استاد علام نے مجھ سے ۱۵ شوال المکرّم ۱۳۸۹ ہجری دوشنبہ کے دن ۹ بجکر ۲۰ منٹ پر بیان فرمایا تھا۔

۱۳۳۹ ہجری میں، میں نجف اشرف کے مدرسہ قوام کا ایک طالب علم تھا اور مجھے یہ بات بھولی نہیں ہے کہ اس وقت میں مولوی عبداللہ یزدی کی کتاب

حاشیہ پڑھ رہا تھا ان دنوں میں ہمیشہ پریشان رہتا تھا اور اس پریشانی سے نجات کی مجھے کوئی صورت نظر نہ آتی تھی میری زندگی سخت الجھنوں کا شکار تھی یہاں تک کہ میں نے امید کے تمام دروازے اپنے اوپر بند پائے جس سے میرے دل پر غم والم کا ایک ہجوم رہتا تھا۔ پس میں ہمیشہ مایوسیوں کا شکار اور طرح طرح کے خیالات میں کھویا رہتا تھا اور میری مستقل یہی کیفیت تھی جبکہ میں گہوارۂ علم وادب اور تقویٰ و پرہیز گاری کے مرکز میں زندگی بسر کر رہا تھا۔

(۱) میں بعض عمامہ پوش حضرات سے تنگ دل تھا جس کی بناء پر مجھے ان سے اور تمام لوگوں سے سوءِ ظن پیدا ہو گیا تھا اور خاص و عام افراد میں امتیاز پیدا کرنے کی صلاحیت ختم ہو گئی تھی یہاں تک کہ میں نے عدول علماء کے پیچھے بھی نمازِ جماعت پڑھنا ترک کر دیا تھا اور کسی کو سچا ہی نہیں سمجھتا تھا۔

(۲) میرے رشتہ داروں میں سے ایک شخص مجھے بڑی شدّت سے درس سے روکنا چاہتا تھا یہاں تک کہ یہ نوبت آ گئی کہ وہ میرے استاد کے پاس گیا اور انھیں میری تعلیم تدریس سے روک دیا جس کے نتیجے میں مجھے اپنے اساتذہ کی خدمت میں پڑھنے لکھنے کی قدرت نہ رہ گئی اور یہ سلسلہ یوں ہی رہا۔

(۳) میں خارش کے مرض میں مبتلا تھا اور اچھا ہونے کے بعد بھی مجھ پر ذہنی طور سے سستی طاری ہوگئی کہ میں ہر چیز بھولنے لگا اور ہرگز کوئی چیز یاد نہ کر پاتا تھا۔

(۴) میری دونوں آنکھیں انتہائی کمزور ہوگئی تھیں جس کی بناء پر میں پڑھنے لکھنے پر قادر نہیں رہ گیا تھا۔

(۵) میں تیز نہیں لکھ پاتا تھا۔

(۶) انتہائی فقر و تنگدستی مجھ پر طاری ہوگئی تھی جس کی بناء پر بعض راتوں میں بھوکا ہی سونا پڑتا تھا۔ میرے ساتھ میرے کمرے میں حجۃ الاسلام والمسلمین الحاج مرزا حسن شیرازیؒ اور حجۃ الاسلام مرزا حسینؒ جو مرزا شیرازی کے پوتے تھے، رہتے تھے یہ لوگ میرے فقر و فاقہ سے بے خبر تھے اور کمزوری سے میرے چہرے پر جو زردی طاری ہوگئی تھی اس کے بارے میں پوچھا کرتے تھے لیکن میں ان سے کچھ نہیں کہتا تھا۔

(۷) میں قلبی طور پر دائمی مریض رہنے لگا تھا، ایک لحظہ بھی مجھے سکون و قرار نہ تھا۔

(۸) بعض معنوی اور روحانی مسائل سے متعلق رفتہ رفتہ میرا عقیدہ متزلزل ہوتا جا رہا تھا۔

(۹) میری بات پر کسی کو توجہ نہیں ہوتی تھی خاص طور سے درس میں۔

(۱۰) میری خواہش تھی کہ دنیا اور اسکے تمام علائق خاص طور سے درہم و دینار کی محبت میرے دل سے نکل جائے۔

(۱۱) مجھے حج بیت اللہ الحرام کی تمنا تھی لیکن اس شرط کے ساتھ کہ حج کے دوران یا مدینہ منورہ میں موت آجائے اور دونوں پاک و پاکیزہ شہروں میں کسی ایک جگہ دفن کیا جاؤں۔

(۱۲) میں جب تک زندہ رہوں خداوندِ عالم مجھے علم و عمل، صالح اور تمام نیک اعمال و آثار کی توفیق کرامت فرمائے۔

ان تمام باتوں نے مجھے یہ سوچنے پر آمادہ کر دیا کہ میں پروردگار عالم کی بارگاہ میں حضرت امام حسینؑ سے توسّل اختیار کروں۔

لہٰذا میں نے عزمِ سفر کر لیا اور مدرسہ سے نکل کر کربلائے معلّیٰ کی طرف روانہ ہو گیا اس وقت میرے پاس صرف ایک روپیہ تھا جس سے میں نے دو روٹی اور کاسۂ آب خریدا (اس وقت درسی ایام کے درمیان کا زمانہ تھا، مجھے یاد آتا ہے وہ شوال کا مہینہ تھا) میں خان حماد کے راستے سے مشہدِ حضرت امام حسینؑ کی طرف روتا ہوا پاپیادہ رواں دواں تھا، اس راہ میں مجھے اپنی کمزوری کا احساس تک نہیں ہوا۔

میں کربلائے معلّیٰ میں داخل ہوا اور نہرِ حسینی میں غسل زیارت بجالانے کے بعد حرمِ مطہر میں آیا اور ادعیہ و نوافل میں مصروف ہو گیا۔ مغرب کے قریب

دعا وزیارت کے بعد حجۃ الاسلام والمسلمین مرحوم سید عبدالحسینؒ (مؤلف کتاب بغیۃ النبلاء فی تاریخ کربلا) کے اطاق کی طرف گیا۔ یہ میرے والدِ علاّم قدس سرہٗ کے دوستوں میں تھے۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ مجھے مولاؑ کی ضریح کے پاس رات بھر رہنے کی اجازت دیدیجئے جب کہ وہاں بیتوتہ (رات بسر کرنا) ممنوع تھا لیکن انہوں نے میرے والدِ علاّم قدس سرہ کی دوستی کا پاس ولحاظ کرتے ہوئے مجھے اپنے سید وآقا حضرت امام حسینؑ کی قبرِ مطہر کے نزدیک بیتوتہ کرنے کی اجازت دیدی۔ میں نے دوبارہ وضو کیا اور جب لوگ حرم کے تمام دروازے بند کرنے لگے تو میں حرم میں داخل ہوا اور ضریح کے پاس گیا۔ میں سوچنے لگا کس جگہ پر بیٹھوں معمول یہ تھا کہ لوگ سرِ اقدس کی طرف بیٹھا کرتے تھے لیکن میں سوچ رہا تھا امام روحی لہ الفدا اپنی ظاہری زندگی میں اپنے فرزند حضرت علی اکبرؑ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتے تھے، وہ اپنی ظاہری حیات کے بعد بھی انہیں کی طرف متوجہ ہونگے۔ اسی لئے میں امامؑ کے پائینتی حضرت علی اکبرؑ کی قبر کے نزدیک بیٹھا ابھی مجھے بیٹھے ہوئے ایک لحظہ بھی نہ گزرا تھا کہ میں نے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز سنی جس نے میرا دھیان اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔ یہ صدا ضریحِ مقدس کے پیچھے سے آرہی تھی میں نے مڑ کے دیکھا تو مجھے اپنے پدرِ بزرگوار نظر آئے جو بیٹھے ہوئے قرآن کی تلاوت کررہے تھے،

ان کے پہلو میں قرآن کی ۱۳ رحلیں رکھی ہوئی تھیں، ایک رحل ان کے سامنے بھی تھی جس پہ قرآن رکھا ہوا تھا وہ اس کی تلاوت فرما رہے تھے۔

میں آگے بڑھا اور ان کے ہاتھوں کا بوسہ لینے کے بعد ان کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے مجھے اس بات کی بشارت دی کہ تم انتہائی راحت وسکون میں ہو۔

میں نے اپنے والدِ علاّم سے پوچھا آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہم چودہ آدمی ہیں جو ہمیشہ حرم شریف میں قرآن کی تلاوت کرتے ہیں میں نے پوچھا اور لوگ کہاں ہیں؟

انہوں نے جواب دیا وہ لوگ اپنی بعض ضرورتوں کی وجہ سے حرم سے باہر گئے ہوئے ہیں اور یہ رحل جو میرے پہلو میں رکھی ہوئی ہے علامہ شیخ مرزا محمد تقی شیرازیؒ کی ہے جو علمائے شیعہ اور انقلابِ عراق کے رہبروں میں سے تھے اور جو رحل اس کے بعد رکھی ہے علامہ شیخ زین العابدین مرندیؒ کی ہے جو نجف کے جیّد علماء میں سے تھے اور جو رحل اس کے پہلو میں ہے علامہ شیخ زین العابدین مازندرانیؒ (مؤلف کتاب ذخیرۃ العباد) کی ہے اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام علمائے کرام کا نام شمار کیا لیکن افسوس مجھے بقیہ حضرات کے نام یاد نہیں ہیں۔

پھر میرے والدِ علاّمؒ نے مجھ سے پوچھا تم یہاں کیسے آئے ہو جبکہ آج کل

درس وتحصیل کا زمانہ ہے۔ میں نے انکی خدمت میں امام حسینؑ سے توسّل کرتے ہوئے اپنی تمام حاجتیں جسے اوپر بیان کیا ہے پیش کر دیا انہوں مجھے حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں جانے اور ان سے اپنی حاجت بیان کرنے کا حکم دے دیا۔

میں نے پوچھا امام علیہ السلام کہاں ہیں؟

انہوں نے اشارے سے کہا وہ ضریح کے اوپر ہیں تم جلدی کرو کیونکہ امام علیہ السلام ایک مریض زائر کی عیادت کے لئے جانا چاہتے ہیں۔

میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ضریح اقدس کے پاس گیا ان کے چہرے پر ایسا نور برس رہا تھا جس سے میری آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں اور میں اس نور کے درمیان بہت ہی مشکلوں سے دیکھ پا رہا تھا۔ ابھی وہ ضریح کے اوپر ہی تھے کہ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب سلام دیتے ہوئے فرمایا۔

اوپر آجاؤ۔

میں نے کہا میں اس لائق نہیں ہوں۔

دوبارہ بھی آپ نے یہی فرمایا

میں نے شرم وحیاء سے خودداری اختیار کی پھر انہوں نے مجھے ضریح ہی کے پاس رہنے کی اجازت دے دی میں نے آنکھوں کی پوری توانائی کے ساتھ انہیں دیکھا، میں نے دیکھا کہ وہ بڑی ملاحت کے ساتھ مسکرا رہے ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا ''ماذا ترید'' تم کیا چاہتے ہو؟

میں نے فارسی کا یہ شعر سنا دیا

آنجا که عیان است ... چه حاجت به بیان است

آپ میرے پوشیدہ اُمور سے واقف ہیں پھر امام علیہ السلام نے مجھے مصری کی ڈلی دیتے ہوئے کہا کہ تم ہمارے مہمان ہوا سے اپنے منہ میں رکھ لو۔

اس کے بعد امام علیہ السلام نے مجھ سے پوچھنا شروع کیا

(اب یہاں سے ترتیب وار استادِ علاّمؒ کی ان خواہشوں کی تکمیل کا ذکر ہے جن کا پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ مترجم)

(۱) کس چیز نے تمھیں خدا کے بندوں کی طرف سے سوءِظن پر مجبور کیا؟ میں نے اپنے نفس میں تغیّر محسوس کیا ہے کہ بے شک یہ امامؑ کا مجھ پر ولایتی تصرّف تھا اس کے بعد مجھے کسی کی طرف سے اپنے دل میں بدظنی کا احساس نہ ہوا اور میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ اب ہر خاص و عام سے گھلتا ملتا ہوں اس حد تک کہ ہر ایک سے سلام کرتا ہوں، مصافحہ و معانقہ کرتا ہوں۔

وہاں میں نے ایک ظاہر الصلاح شخص کو دیکھا جس کی امامت میں اذان صبح کے بعد فریضۂ سحر ادا کیا حالانکہ مجھے گمان تک بھی نہ تھا کہ کبھی ایسے شخص کی امامت میں نماز ادا کروں گا۔

(۲) امام علیہ السلام نے مجھ سے کہا اپنے درس و تدریس کی طرف متوجہ

ہو جاؤ زمانہ کی مشکلات تمہیں ایذا نہیں پہنچا سکتیں اور تمھارے دروس کو نہیں روک سکتیں۔

جب میں نجف اشرف واپس آیا تو میرا وہ رشتہ دار جس نے میرے تحصیل علم میں رکاوٹ ڈالی تھی میرے پاس آ کر کہنے لگا میں سمجھتا ہوں تمھیں فقط پڑھنے ہی سے محبت ہے، پڑھو لیکن شرط یہ ہے کہ مجھ سے روپے پیسے کا سوال نہ کرنا۔

(۳) امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم نے خدا سے تمھاری شفاء طلب کی ہے میں نے اسی لمحہ محسوس کیا کہ میں مرض میں گرفتار ہی نہ تھا اور وہ ذہنی سستی جو مجھ پر طاری ہوئی تھی دور ہو گئی اس وقت سے آج تک الحمد للہ میں عجیب و غریب قوتِ حافظہ کا مالک ہو گیا ہوں۔

(۴) امام علیہ السلام نے فرمایا: ہم نے اپنے پروردگارِ عالم سے تمھارے لئے آنکھ کی تیز روشنی طلب کر لی ہے۔

اس وقت سے میں ہر طرح کی تحریر پڑھ لیتا ہوں اور یہ نعمت میرے پاس اب بھی ہے جبکہ میں ۹۰ سال کا ہو چکا ہوں۔

(۵) امام علیہ السلام نے مجھے قلم عطا کیا اور فرمایا تیزی سے لکھو اس وقت سے میرا قلم تیز روانی کے ساتھ چلنے لگا۔

(۶) امام علیہ السلام نے فقر و فاقہ سے متعلق مجھ سے کچھ فرمایا جو الفاظ مجھے

یاد نہیں رہ گئے ہیں۔

(۷) ہم نے خداوندِ عالم سے تمھارے لئے اطمینانِ قلب طلب کیا ہے پس میں نے اپنے دل میں مکمل آرام محسوس کیا۔

(۸) بعض روحانی اور معنوی مسائل سے متعلق امام علیہ السلام نے عقیدے کی ثبات واستحکام کی دعا فرمائی۔

(۹) ہم نے خداوندِ عالم سے اہلِ علم کے ساتھ خاص طور سے درس و تدریس میں تحمل طلب کیا ہے اور لوگ تمھاری باتیں دل سے سنیں گے۔

(۱۰) امام علیہ السلام نے دنیا اور درہم و دینار کی محبت میرے دل سے نکل جانے کے لئے دعا فرمائی۔

(۱۱) اس سوال کے جواب میں امام علیہ السلام خاموش رہے (مترجم)

(۱۲) ہم نے خداوندِ عالم سے تمھاری دینی خدمات میں موفق اور اعمال قبول ہونے کی دعا فرمائی۔

خلاصہ ...

حضرت امام علیہ السلام نے حج کے علاوہ میرے تمام سوالوں کا جواب دیا وہ اس کی طرف سے متعرض بھی نہ ہوئے اور میں نے بھی امامؑ سے اس کا سوال نہیں کیا مجھے گمان تھا کہ میرے حج کے بارے میں امامؑ کا جواب نہ دینا اس شرط کی بناء پر تھا جو میں نے اس کے لئے لگا رکھی تھی۔

میں نے امام علیہ السلام سے وداع لی اور اپنے والدِ علاّم قدس سرہٗ کے پاس آ کر پوچھا آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟

انہوں نے کہا اپنے آباؤ اجداد کے علوم حاصل کرنے میں محنت کرو اور اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ محبت و مہربانی سے پیش آؤ۔

میں نے دوبارہ پوچھا کیا آپ کا مجھ سے کوئی خاص کام نہیں ہے جسے میں انجام دوں؟ انہوں نے فرمایا میں انتہائی راحت و آرام سے ہوں مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے صرف ایک چیز مجھے کھٹک رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ عبدالرضا بقال بہبانی کا مختصر سا قرض میرے اوپر رہ گیا ہے۔ میں ان سے رخصت ہوا اسی دوران حرم شریف کے دروازے کھلنے لگے یہ اذانِ صبح کا وقت تھا میں نے تجدید وضو کے بعد اس شخص کی امامت میں نماز ادا کی جس کا ذکر پہلے کر چکا ہوں اور مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میری تمام ضرورتیں اور حاجتیں پوری ہو گئی ہیں۔

اس کے بعد میں نجف اشرف کی طرف پا پیادہ روانہ ہوا اور اس شہر مقدس کے مدرسہ قوام میں پہنچ گیا۔ میں نے طلباء کو دیکھ کر انہیں سلام کیا گویا وہ لوگ اس سے پہلے بھی میرے بھائی تھے (یہ کیفیت ان سے سوء ظن کے بعد کی ہے) میں بطریقِ احسن ان سے معانقہ و مصافحہ کرتا تھا اور ہمیشہ نمازِ جماعت میں شریک ہوتا تھا۔

ایک دن میں عبدالرضا کے پاس اپنے والد علاّم قدس سرہٗ کا قرض معلوم کرنے گیا اس نام کے تین افراد پائے جاتے تھے، میں سب کے پاس گیا تو معلوم ہوا کہ تیسرے آدمی کا قرض میرے والد کے اوپر ہے۔ میں نے اس سے اپنے والد کے قرض کے سلسلے میں پوچھا تو اس نے کہا یہ حساب و کتاب کے دفتر ہیں، ان میں دیکھ لو وہ مرتّب تھے، میں نے اس میں صفحہ صفحہ دیکھا یہاں تک کہ اپنے والد کا نام نظر آیا جس میں ایک روز کے دودھ کی قیمت بطور قرض درج تھی۔ میں نے اس میں اضافہ کر کے قرض ادا کیا تا کہ عبدالرضا بقال بہبانی راضی ہو جائے۔

استادِ علاّمؒ پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی یہ کرامت تھی جس کی بدولت وہ عصرِ حاضر میں ایک بے مثال شخصیت بن کر ابھرے۔

پانچویں کرامت

استادِ علاّمؒ کی حضرت امامِ زمانہؑ سے ملاقات کی تین حکایتیں ہیں جسے انہوں نے خود قلم بند فرمایا تھا۔

پہلا واقعہ

نجفِ اشرف میں علومِ دین کی تحصیل اور فقہ اہل بیتؑ کی تعلیم کے زمانے میں مجھے حضرت بقیۃ اللہ الاعظم امام زمانہؑ کی زیارت کا بے حد اشتیاق تھا اسی غرض سے میں نے ہر شبِ چہار شنبہ پا پیادہ مسجد سہلہ میں ۴۰ مرتبہ

جانے کا عہد کر لیا تھا تا کہ امام زمانہؑ کی زیارت سے مشرف ہوسکوں۔ میں نے اپنے اس عمل کو ۳۵ یا ۳۶ شبِ چہار شنبہ تک جاری رکھا۔

ایک مرتبہ اتفاق سے مجھے نجف اشرف سے نکلنے میں تاخیر ہوگئی۔ ہوا ابر آلود تھی اور بارش بھی ہورہی تھی، مسجد سہلہ کے قریب ایک خندق تھی جب میں اندھیری رات میں رہزنوں اور ڈاکوؤں سے خوف زدہ وہاں تک پہنچا تو میں نے اپنے پس پشت سے قدموں کی آہٹ محسوس کی جس نے میری وحشت میں اور اضافہ کر دیا۔ میں نے اپنے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک سید عربی بادیہ نشینوں کے لباس میں نظر آیا وہ مجھ سے قریب ہوا اور میرے نزدیک آ کر فصیح زبان میں بولا یا سید سلام علیکم۔ میں نے اپنے آپ میں خوف و دہشت کا احساس ختم ہوتے پایا اور مجھے سکون و اطمینان حاصل ہو گیا لیکن مجھے اس بات پر تعجب ہوا کہ کیسے اس نے اندھیری رات میں مجھے پہچان لیا اور میں اس سے بے خبر ہی رہا۔ بہر حال ہم دونوں گفتگو کرتے ہوئے چلتے رہے۔

اس نے مجھ سے پوچھا: آپ کہا جانا چاہتے ہیں؟

میں نے جواب دیا: مسجد سہلہ

اس نے پوچھا: کس ارادے سے؟

میں نے جواب دیا حضرت بقیۃ اللہ الاعظمؑ کی زیارت کے قصد سے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ہم مسجد زین بن صوحان کے پاس پہنچے جو مسجد سہلہ سے قریب ایک چھوٹی مسجد ہے۔ سید عربی نے کہا کیا اچھا ہوتا اگر ہم اس مسجد میں نماز ادا کرتے۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے اور نماز ادا کی نماز کے بعد سید عربی نے دعائیں پڑھیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے مسجد کے درودیوار اس کے ساتھ دعائیں پڑھ رہے تھے اس کے بعد ہی میں نے اپنے آپ میں ایک عجیب انقلاب محسوس کیا جسے میں بیان نہیں کر سکتا دعائیں پڑھنے کے بعد سید عربی نے مجھ سے کہا اے سید تم بھوکے ہو کیا اچھا ہوا گر تم ہمارے ساتھ کھانا کھاتے۔ اس نے اپنی عبا کے نیچے سے ایک دستر خوان نکالا جس میں تین روٹیاں اور دو یا تین تروتازہ خیار رکھے ہوئے تھے جیسے انہیں ابھی ابھی باغ سے توڑا گیا ہو اگرچہ یہ سردی کا زمانہ تھا لیکن میرا دھیان اس بات کی طرف متوجہ نہیں ہوا کہ یہ تروتازہ خیار اس موسم میں کہاں سے آئے؟ پھر میں نے سید کے حکم سے کھانا کھایا اس کے بعد سید عربی نے کہا اٹھو اور مسجد سہلہ چلیں ہم مسجد میں داخل ہوئے سید عربی ان اعمال کے بجالانے میں مصروف ہو گیا جو اس مسجد سے متعلق روایات میں وارد ہوئے ہیں۔ میں انکی اتباع کرتا رہا انہوں نے مغرب وعشاء کی نماز پڑھی میں نے بھی بے اختیار ان کی اقتداء کی اور اس طرف متوجہ نہیں ہوا کہ یہ سید کون ہیں؟ اعمال سے فارغ ہونے کے بعد سید عربی نے مجھ سے فرمایا

کیا تم بھی دوسرے افراد کی طرح اعمال ادا کرنے کے بعد مسجد کوفہ جاؤ گے یا مسجد سہلہ ہی میں ٹھہرو گے میں نے کہا مسجد سہلہ ہی میں رات بسر کروں گا۔ پھر ہم مسجد کے وسط جہاں حضرت امام جعفر صادقؑ کا مقام ہے، بیٹھے۔ میں نے سید عربی سے کہا اگر تمھیں چائے قہوہ یا دخانیات کی حاجت ہو تو اسے فراہم کروں اس نے ایک جامع کلمہ میں جواب دیا:

ھٰذہ الامور من فضول المعاش و نحن نتجنب عن فضول المعاش

یہ اُمور فضولیات میں سے ہیں اور ہم فضولیات سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ کلمات میرے وجود کی گہرائی میں اتر گئے اور جب بھی چائے پیتا ہوں یہ کلمات یاد آجاتے ہیں جس سے میرے شانے لرزنے لگتے ہیں۔

بہر کیف یہ نشست تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہی اس دوران کچھ موضوعات پر بحث ہوئی جن میں ہم بعض موضوعات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

(ا) استخارہ کے سلسلے میں گفتگو ہوئی تو سید عربی نے کہا تسبیح سے کس طرح استخارہ کرتے ہو میں نے کہا پہلے تین مرتبہ درود اس کے بعد تین مرتبہ استخیر اللہ برحمتہ خیرۃ فی عافیۃ پڑھتے ہیں پھر تسبیح کے دانوں کو دو دو کر کے شمار کرتے ہیں اگر آخر میں دو باقی رہے تو بد ہے اور ایک باقی رہے تو نیک ہے ۔سید عربی نے کہا کہ اس استخارہ کا ایک تتمہ بھی ہے جو تمھیں نہیں معلوم ہے اور وہ یہ کہ جب ایک باقی رہے تو فوراً استخارہ کے نیک ہونیکا حکم مت دو

بلکہ تھوڑی دیر ٹھہر واور دوبارہ ترکِ عمل پر استخارہ کرو اگر آخر میں دو باقی پہلا استخارہ نیک اور ایک باقی رہے تو پہلا استخارہ میانہ ہے۔

میں نے اپنے دل میں کہا علمی قواعد کے مطابق اس سے دلیل مانگنا چاہئے انہوں نے جواب دیا ہم نے بلند مقام سے تعلق اختیار کیا ہے مجھے اس قول سے اطمینان ہو گیا اس کے باوجود میں اب تک متوجہ نہیں ہوا کہ یہ سید کون ہے؟

(۲) دوسری گفتگو جو ہمارے درمیان اس نشست میں ہوئی وہ یہ کہ سید عربی نے نمازِ یومیہ کے بعد کچھ مخصوص سورہ پڑھنے کی تاکید کی اور کہا نمازِ صبح کے بعد سورۂ یٰسین، نمازِ ظہر کے بعد سورۂ عمّہ، نمازِ عصر کے بعد سورۂ نوح، نمازِ مغرب کے بعد سورۂ واقعہ اور نمازِ عشاء کے بعد سورۂ مُلک پڑھا کرو۔

(۳) انہوں نے نمازِ مغربین کی پہلی دو رکعتوں کے بارے میں فرمایا کہ پہلی رکعت میں سورۂ حمد کے بعد جو سورہ چاہو پڑھو لیکن دوسری رکعت میں سورۂ حمد کے بعد سورۂ واقعہ پڑھا کرو۔

انہوں نے فرمایا مغرب کی دوسری رکعت ہی میں سورۂ واقعہ کی تلاوت تمھارے لئے نمازِ مغرب کے بعد تلاوت کرنے سے کافی ہے۔

(۴) انہوں نے نمازِ یومیہ کے بعد یہ دعا پڑھنے کی تاکید کی۔

اللهم سر حنی من الهموم و الغموم و وحشة الصدر
و وسوسة الشیطان برحمتک یا ارحم الراحمین

(۶) انھوں نے محقق حلیؒ کی شرائع الاسلام کی تعریف کی اور کہا چند مسائل کے علاوہ اس کے تمام مسائل واقع کے مطابق ہیں۔

(۷) انھوں نے قرآن پڑھنے کی تاکید کی اور کہا ثواب ان شیعوں کو بخش دو جن کا کوئی وارث نہ ہو یا وارث تو ہوں لیکن وہ اپنے مُردوں کو یاد نہ کرتے ہوں۔

(۸) نمازِ یومیہ میں تحت الحنک باندھنے کی تاکید کی جیسا علمائے عرب انجام دیتے ہیں۔ پھر انھوں نے تحت الحنک کو گلے کے نیچے سے نکال کر اس کا سِرا عمامہ میں رکھا اور کہا کہ اس طریقے سے شرع مقدس میں وارد ہوا ہے۔

(۹) انھوں نے مجھے زیارت حضرت ابوعبداللہ الحسینؑ کی تاکید کی.

(۱۰) انھوں نے میرے حق میں ان الفاظ کے ذریعے دعا کی ۔۔جعلک اللہ من خدمتہ الشرع خداوندِ عالم تمہیں دین کے خدمت گزاروں میں قرار دے۔

(۱۱) میں نے ان سے کہا مجھے نہیں معلوم کیا میری عاقبت بخیر ہے کیا میں رسول خداؐ کے نزدیک سرخرو ہوں۔

انھوں نے جواب دیا تمھاری عاقبت بخیر ہے اور کوششیں لائق شکریہ ہیں تم رسول خداؐ کے نزدیک سرخرو ہو۔

میں نے کہا میں نہیں جانتا کیا میرے والدین اساتذہ اور صاحبانِ حقوق مجھ سے راضی ہیں۔ انہوں نے مجھے جواب دیا سب تم سے راضی ہیں اور تمھارے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا آپ میرے حق میں دعا کیجئے کہ تصنیف و تالیف کے سلسلے میں موفق ہو سکوں۔ انہوں نے میرے حق میں دعا فرمائی۔

اس کے علاوہ اور بھی دوسرے موضوعات پر گفتگو ہوئی جس کی تفصیل کی گنجائش نہیں اسی دوران میں نے ایک ضرورت سے مسجد سے خارج ہونے کا ارادہ کیا اور اس حوض کے پاس آیا جو مسجد کے اندر درمیانِ راہ واقع تھا۔ میرے ذہن میں اس رات کے واقعات آئے اور اس باعظمت سید کا بھی خیال آیا ہو نہ ہو وہی میرا مقصود ہوں جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال آیا میں بے چینی کے ساتھ واپس ہوا لیکن وہاں اس جلیل القدر سید (امام زمانہؑ) کا نشان تک نہ پایا اور کوئی دوسرا شخص بھی مسجد میں نہیں تھا۔

مجھے یقین ہو گیا جس کی مجھے تلاش تھی وہ حاصل ہو گیا اور میں غفلت کا شکار ہی رہا میں اپنی اس غفلت پر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا اور دیوانوں کی طرح صبح تک مسجد کے اطراف میں اس عاشق مجنون کے مانند پھرتا رہا جو وصال کے بعد دوبارہ ہجر میں مبتلا ہو گیا ہو۔

دوسرا واقعہ

جب میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت کے لئے جا رہا تھا، حرم سید محمد (امام حسن عسکریؑ کے بھائی) کے راستے میں بھٹک گیا، مجھ پر بھوک و پیاس کا شدید غلبہ طاری تھا اور تیز گرم ہوائیں بھی چل رہی تھیں میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا اور غش کھا کر زمین پر گر گیا۔ جب میری آنکھ کھلی تو اپنا سر ایک جلیل القدر شخص کی گود میں پایا۔ اس نے شیریں پانی پلایا جس کی ٹھنڈک اور حلاوت کا مزہ مجھے پوری عمر میں نصیب نہیں ہوا تھا پانی پلانے کے بعد اس عرب نے کہا اے سید اس نہر میں غسل کرلو، میں نے کہا اے بھائی یہاں تو کوئی نہر نہیں ہے میں پیاس سے ہلاک ہو رہا تھا تو نے ہی مجھے نجات دی ہے اس جلیل القدر شخصیت نے کہا یہ شیریں پانی ہے، ابھی اس نے یہ کہا ہی تھا کہ میں نے ایک صاف و شفاف نہر دیکھی اور حیرت کی حالت میں اپنے آپ سے کہنے لگا نہر تو میرے پاس ہی تھی اور میں ہلاک ہو رہا تھا۔

بہر کیف اس عرب نے پوچھا اے سید کہاں جا رہے ہو؟

میں نے جواب دیا حرمِ سید محمدؒ یہی سامنے حرمِ سید محمدؒ ہے۔ میں نے خود کو حرمِ سید محمدؒ کے قُبّے کے سائے میں پایا۔

جبکہ قادسیہ میں گم ہوا تھا اور وہاں سے حرمِ سید محمدؒ کی مسافت بہت ہے

جب تک میں ان کی خدمت میں رہا انہوں نے مجھے چند باتوں کی تاکید کی۔

(۱) قرآن شریف کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرو۔

(۲) جو تحریفِ قرآن کے قائل ہیں، اُن کا شدت سے انکار کرو حتیٰ جس نے تحریف کی حدیثیں گڑھی ہیں، اُس کے لئے بددعا کی۔

(۳) میت کی زبان کے نیچے عقیق کی انگوٹھی رکھو جس پر چہاردہ معصومین ؑ کے اسماء کندہ ہوں۔

(۴) والدین کے ساتھ نیکی کرو خواہ وہ زندہ ہوں یا مر گئے ہوں۔

(۵) آئمہ معصومینؑ، اُن کی اولاد کے مقبروں کی زیارت اور اُنکی تعظیم کرو۔

(۶) سادات کا احترام کرو۔

اسکے بعد فرمایا اے سید! اہل بیتؑ سے اپنی نسبت کی قدرو منزلت کو پہچانو اور اس نعمت کا شکریہ ادا کرو جو تمھارے لئے بڑی سعادت اور افتخار کا باعث ہے۔

(۷) تلاوتِ قرآن اور نمازِ شب کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا اے سید! ہمیں اہل علم پر افسوس ہے جو ہماری طرف اپنی نسبت دیتے ہیں اور ان اعمال کو انجام نہیں دیتے۔

(۸) تسبیح فاطمۃ الزہراؑ پڑھنے کی تاکید کی۔

(۹) نزدیک وبعید سے حضرت سید الشہداءؑ، اولادِ آئمہؑ اور علماء وصالحین

کی زیارت کی تاکید کی۔

(۱۰) مسجدِ نبویہ میں حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے دیئے ہوئے خطبے کو حفظ کرنے کی تاکید کی۔

(۱۱) حضرت امام علیؑ کے خطبہ شقشقیہ کو حفظ کرنے کی تاکید کی۔

(۱۲) ثانی زہرا حضرت زینبؑ کے دربارِ یزید میں دیئے ہوئے خطبے کو یاد کرنے پر تاکید کی۔

اس کے علاوہ اور بھی دوسرے فوائد پر گفتگو ہوئی ابھی میرے دل میں یہ خیال بھی نہ آیا تھا کہ یہ عرب کون ہے؟ وہ نگاہوں سے غائب ہو گئے۔

تیسرا واقعہ

اپنے سامرّہ کے قیام کے دوران میں نے سردی کے موسم میں ایک رات اس مقدس سرداب میں بسر کی جہاں سے امام زمانہؑ غائب ہوئے تھے شب کے پچھلے پہر میں نے اچانک قدموں کی آہٹ محسوس کی جبکہ سرداب کا دروازہ بند تھا، میں بے چین ہوا کہ کہیں دشمنانِ اہل بیتؑ میں سے کوئی میرے قتل کے ارادے سے نہ آیا ہو میرے قریب جو شمع جل رہی تھی، بجھ گئی۔ دفعتاً ایک دلکش آواز نے میرا نام لیکر مجھے سلام کیا میں نے جوابِ سلام دیتے ہوئے پوچھا آپ کون ہیں؟

انہوں نے جواب دیا! آپ کے چچازاد بھائیوں میں سے ہوں۔

میں نے کہا سرداب کے دروازے تو بند تھے آپ یہاں تک کیسے آئے؟

انہوں نے جواب دیا خداوندِ عالم ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔ میں نے کہا آپ کہاں کے باشندے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا حجاز کا رہنے والا ہوں۔ اس کے بعد سید حجازی نے پوچھا تم اس وقت کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہو؟ میں نے جواب دیا اپنی ضرورتوں کے تحت۔ سید حجازی نے کہا تمھاری ضرورتیں یقیناً بر آئیں گی پھر انہوں نے مجھے نمازِ جماعت، صلہ رحم، اساتذہ و معلّمین کے حقوق کی رعایت، فقہ، تفسیر و حدیث کے مطالعہ نیز نہج البلاغہ اور صحیفہ سجادیہ کے یاد کرنے کی تاکید کی۔

میں نے ان سے درخواست کی کہ بارگاہِ ایزدی میں آپ میرے لئے دعا فرمادیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور ان الفاظ کے ذریعہ میرے حق میں دعا فرمائی!

الھی بحق النبی و آلہ وفق ھذا السید لخدمۃ الشرع واذقہ حلاوۃ مناجاتک واجعل حبہ فی قلوب الناس واحفظہ من شر و کید الشیاطین سیما الحسد۔

(بارالٰہی محمدؐ و آلِ محمدؑ کے صدقے میں اس سید کو خدمتِ شرع متین کی توفیق دے، اپنی مناجات کی شیرینی کا ذائقہ اسے چکھادے، لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت جاگزین کردے اور شیاطین کے مکر و فریب خصوصاً حسد سے اس کی حفاظت فرما)

یہاں تک کہ اس سید حجازی سے باتیں ہونے لگیں گفتگو کے دوران سید حجازی نے مجھ سے فرمایا میرے پاس تربتِ سید الشہداء علیہ السلام کی خالص خاک ہے جس میں کسی خاک کی آمیزش نہیں ہے۔ انہوں نے چند مثقال خاکِ شفاء مجھے عنایت کی جو میرے پاس ہمیشہ رہتی تھی جس طرح پہلے مجھے عقیق کی انگوٹھی بھی دے چکے تھے اور وہ بھی میرے ساتھ تھی۔ میں نے اس خاک شفاء کے عظیم اور حیرت انگیز آثار کا مشاہدہ کیا اور وہ سید حجازی میری نظروں سے غائب ہو گئے۔

قابل ذکر ہے استادِ علاّمؒ نے یہ تینوں واقعات فارسی زبان میں دو رسالوں میں تحریر کر کے استاد حسین عماد زادہ کے پاس بھیج دیئے تا کہ وہ اسے اپنی کتاب المنتقم الحقیقی کے ساتھ شائع کر دیں جس میں غاصبینِ حقوقِ آل محمدؑ کے حقیقی منتقم حضرت صاحب امر عجل اللہ فرجہ الشریف کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔

استادِ علاّمؒ نے بیان کیا ہے کہ سیدِ جلیل صاحبانِ علم میں سے ہے اور خانوادۂ رسالت کے ایک فرد ہیں جن کے زُہد وورع، صدق بیانی اور راست گفتاری پر قطع ویقین حاصل ہے۔ جب میں نجف اشرف میں دینی علوم کی تحصیل اور فقہ اہل بیتؑ کی تعلیم میں منہمک تھا، سید جلیلؒ نے یہ تینوں واقعات ابتداء سے انتہاء تک نقل کیئے۔ میں (مؤلف) نے یہ تینوں

واقعات خود استادِ علاّمؒ سے دریافت کیئے تاکہ مجھے ان کے صاحبِ تشرّف ہونے کا یقین ہو جائے۔

آپ کے عروج ملکوتی سے چند مہینہ پہلے اصفہان کے ایک عالم فاضل نے مجھے آپ کے صاحبِ تشرّف ہونے کی خبر دی لہٰذا جب آپ حرمِ معصومہؑ کے صحنِ اقدس میں جاء نماز پر تشریف فرماتھے، میں آپ کے پاس مزید تاکید اور یقینِ کامل کے لئے آیا اور آپ سے ان تینوں واقعات میں صاحبِ تشرّف ہونے کے بارے میں سوال کیا جسے منتقمِ حقیقی نامی کتاب میں بیان کیا گیا ہے۔

استادِ علاّمؒ نے فرمایا یہ واقعات نوجوانوں سے بیان نہ کرنا وہ اس کا تحمّل نہیں کرسکتے۔ میں نے کہا اے میرے سید و سردار میں اسے اپنے خاص بھائیوں اور شاگردوں سے بیان کروں گا۔ آپ خاموش رہے جس سے میں نے کشف کیا کہ آپ کی خاموشی رضایت کی آئینہ بردار ہے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا کہ استادِ علاّمؒ نے اپنے بعض خاص افراد سے فرمایا تھا کہ یہ واقعات میری موت کے بعد ہی بیان کیئے جائیں۔

ان واقعات کا اسناد سید جلیلؒ کی طرف دیا گیا ہے کیونکہ کتاب منتقمِ حقیقی سنہ ۱۳۷۴ ہجری میں شائع ہوئی تھی اور آج سنہ ۱۴۱۱ ہجری ہے، اس حساب سے یہ واقعات ۳۷ سال پہلے تحریر کیئے گئے ہیں۔ اس وقت استادِ علاّمؒ

۵۹ سال کے تھے اور یہی آپ کی زعامت و مرجعیت نیز آپ کے دشمنوں اور حاسدوں کی ارتقاء کا ابتدائی زمانہ تھا اور دشمنوں کے خوف سے آپ پر ان واقعات کا اپنی طرف نسبت دیتے ہوئے بیان کرنا بہت دشوار اور سخت تھا۔

اس کے علاوہ اور بھی دوسرے قرائن ہیں جو آپ کے صاحبِ تشرّف ہونے پر صراحتاً دلالت کرتے ہیں جیسے کہ آپ نے اپنی وصیت میں فرمایا ہے ''میرے سینے پر ضریح حسینؑ کی خاک رکھی جائے جس سے میرا کفن محفوظ رہے اور میں مصروفِ عزا رہوں۔ اسی طرح میرے دہن میں دو عقیق کی انگشتری رکھی جائیں، ایک پر اصحابِ کساء کے مقدس اسماء اور دوسرے پر چہاردہ معصومینؑ کے مبارک نام کندہ ہوں''۔ آپ کو حضرت بقیۃ اللہ الاعظم (عج) نے ایک انگشتری اور خالص خاکِ شفا عنایت فرمائی تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

اسی طرح اپنی پہلی وصیت میں فرماتے ہیں۔ میں اسے تہذیبِ نفس اور مجاہداتِ شرعیہ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ جو کچھ بھی مجھے حاصل ہوا ہے اسی کے ذریعہ حاصل ہوا اور ربِّ کریم نے مجھے وہ کچھ عطا کیا ہے جسے کان سننے سے عاجز اور زمانے کی آنکھیں دیکھنے سے قاصر ہیں۔ پروردگار کی اس عظیم عطا اور بے پایاں فضل پر اس کا شکر گزار ہوں۔

اے میرے فرزند میں نے اس کے بعض اسرار و رموز اپنی مخصوص کتاب صلوٰۃ الحزین میں بیان کر دیئے ہیں۔

ہم اللہ سے دست بدعا ہیں کہ وہ استادِ علاّمؒ کی اولاد اور شاگردوں کو آپ کے عظیم مؤلفات اور خاص طور سے اس کتاب کے نشر کی توفیق دے جس کا ذکر آپ نے اپنی وصیت میں کیا ہے۔

استادِ علاّمؒ اپنے ہم عصر مراجع کرامؒ اور فقہائے عظامؒ کے درمیان کچھ خصوصیات میں ممتاز اور مشہور تھے خداوندِ عالم ان کی قدر و منزلت اور شان و شوکت میں مزید اضافہ فرمائے۔

چند امتیازی خصوصیات

(۱) علمی آثار اور مخطوطہ کتابوں کی حفظ و نگہداشت میں آپ کو بے پایاں محبت تھی اور یہ محبت ایک عظیم کتب خانہ کی شکل میں ظاہر ہوئی جو اس وقت حوزۂ علمیہ قم کا سب سے بڑا کتب خانہ ہے۔

(۲) مختلف علوم و فنون کی تحصیل کا آپ کو بے حد شوق تھا جس کی بناء پر مختلف علوم و فنون میں سیکڑوں کتابیں اور ہزاروں صفحات تحریر کئے۔

(۳) مسانید و اسانید کی حفاظت میں آپ کو عشق کی حد تک شوق تھا جس کے نتیجے میں علمائے امامیہ، زیدیہ، اسماعلیہ اور عامّہ کے تقریباً دوسو اجازۂ روایت محفوظ تھے۔

(۴) اہل بیتؑ عصمت و طہارت سے آپ کو انتہائی محبت اور کمال کی حد تک عشق تھا آپ کا کوئی ایسا مکتوب و مرقوم نہیں ہے جسے اہل بیت اطہار علیہم السلام کے ذکر پر ختم نہ کیا ہو۔

آپ اہل بیت اطہار علیہم السلام کے سچے شیدائی تھے خصوصاً سید الشہد اء حضرت امام حسینؑ واقعہ عاشورہ کے ذکر اور عزادارنِ حسینی پر دل و جان سے قربان تھے۔انہوں نے ایک دن مجھ سے فرمایا عالمِ شباب میں ہم طلبہ کی جماعت جن میں روح اللہ الموسوی الخمینی رضوان اللہ علیہ بھی شامل تھے، محرم کی راتوں میں سحر تک سید الشہد اءؑ اور اہل بیت اطہارؑ کی مظلومیت پر آنسو بہاتی، رخساروں پہ طمانچے مارتی اور گریہ وزاری کرتی تھی۔

آپ نے نصیحت آمیز انداز میں فرمایا اگر خداوندِ کریم تمہیں علمی اور عملی زندگی میں توفیق عنایت کرے تو یہ تین چیزیں اپنا شعار بنالو!

(۱) ہمیشہ با طہارت رہو۔

(۲) کسی بھی جنازے کو دیکھو اس کی مشایعت کرو خواہ چند ہی قدم کیوں نہ ہو۔

(۳) عزائے حسینؑ میں کسی بھی عنوان سے شرکت کرو۔

میں حوزۂ علمیہ قم کے معروف ترین مدرسین میں تھا، اس کے باوجود مجالس اور حسینی عزاداروں کے درمیان چائے تقسیم کیا کرتا تھا۔

مجھے یاد ہے استادِ علامؒ اپنی زندگی کے آخری ایام میں عاشورہ کے دن

غروب آفتاب کے وقت صحنِ معصومہ قمؑ میں نمازِ جماعت کے لئے تشریف لائے اس وقت حسینی دستے اور انجمنیں ماتم میں مشغول تھیں، لوگ رخساروں پر طمانچے مار رہے تھے، سر و سینہ پیٹ رہے تھے، زنجیروں کا ماتم ہو رہا تھا، نوحہ و بکا کی صدائیں بلند تھیں۔ جب مکبّر نے نمازِ جماعت کی مقدار بھر توقف کی درخواست کی، میں نے اُن کے پاس ہی تھا جیسے ہی استادِ علاّمؒ نے یہ جملہ سنا، اُن کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور مکبّر کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔!

ساکت باش اگر این عزاداری نبود نمازِ جماعت نبود

خاموش ہو جاؤ اگر یہ عزاداری نہ ہوتی تو نماز جماعت نہ ہوتی

انہیں سید الشہداءؑ حضرت امام حسینؑ کی مظلومی پر یہ گریہ وزاری اور نوحہ و بکا کرنے دو اگر یہ عزاداری اور ماتمی انجمنیں نہ ہوتیں تو ہمارے دشمن واقعہ خونینِ کربلا نیز یزید اور اس کے ساتھیوں کے ظلم سے انکار کر دیتے جس طرح بعض لوگوں نے غدیر کے واقعہ کا انکار کر دیا ہے۔

ہاں واقعہ سید الشہداءؑ کا اعتقاد رکھنے اور اس کا تذکرہ کرنے سے انسان باوقار ہوتا ہے۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب آپ آپریشن کے لئے ہاسپٹل جانے لگے تو اپنے گھر سے ملے ہوئے امامباڑے میں خدا سے شفا حاصل کرنے کے لئے آپریشن کی جگہ کو منبرِ حسینؑ سے تبرکاً و تیمناً مَس کیا۔

استادِ علامؒ نے اپنی وفات سے چند مہینے قبل مجھ سے فرمایا تھا کہ میں نے اپنی اولاد کو وصیتیں کی ہیں، تم انہیں میری شبِ وفات یاد دلا دینا کہ میرے جنازے کو میرے امامباڑے میں منبر سے قریب رکھیں میرے عمامے کا ایک سرا منبر اور دوسرا میرے جنازے سے باندھ دیں۔

آپ کے انتقال کے بعد میں نے یہ وصیتیں آپ کی اولاد کو یاد دلائیں اور انہوں نے اس پر عمل کیا خدا انہیں اس کا بہترین صلہ دے۔

استادِ علامؒ مادّی اور معنوی اعتبار سے ماتمی انجمنیں اور حسینی دستوں کی مدد بھی کیا کرتے تھے اور یہ عمل اس عقیدے کے ساتھ بجالاتے تھے کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ ''محرم وصفر'' کی بدولت ہے۔

اگر سلسلۂ گفتگو کے طویل اور کتاب کی ضخامت کا خوف نہ ہوتا تو میں اس عظیم المرتبت سید کی زندگی کے ایسے واقعات تحریر کرتا جس سے شعور و احساسات دنگ رہ جاتے۔ لیکن اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہوں جسے آپ نے اپنی پہلی وصیت میں حضرت امام حسینؑ سے متعلق ذکر فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں ہر صاحب عقل وخرد پر غور وفکر لازم ہے تا کہ جوہرِ معانی آشکار ہوں اور حقیقتِ مقصود تک رسائی ہو سکے۔

استادِ علامؒ نے فرمایا ہے میں اسے اپنے اس حسینیہ میں جسے میں نے قم میں تاسیس کیا ہے شعائرِ الٰہی کے قائم کرنے میں جد و جہد کی وصیت کرتا ہوں۔

میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ میرے ساتھ وہ تھیلی جس میں میں نے آئمہؑ اطہارؑ، اُن کی اولاد، اصحاب اور عظیم علماء کے قبروں کی خاک تبرک وتیمن کے لئے اکھٹا کی ہے دفن کی جائے۔

میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ میرا سیاہ لباس جسے میں حُزن وغم کے عالم میں محرم وصفر کے مہینے میں پہنتا تھا، میرے ساتھ دفن کیا جائے۔

میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ میرے کفن میں میرے سینے پر وہ رومال رکھا جائے جس میں، میں نے سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کے مصائب پر بہنے والے آنسوؤں کو جذب کیا ہے۔

میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ میری جانب سے حج اور زیارت قبرِ رسولؐ کے لئے ایک صالح آدمی کا نائب بنا کر بھیجا جائے۔ مجھے ان دونوں سے بے پناہ عشق ہے اور میں تہی دست ہوں اسی طرح یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میری جانب سے کسی نیک بندے کو عراق کے مقاماتِ مقدّسہ کی زیارت کے لئے روانہ کیا جائے کیونکہ میرے پاس فقہ واصول وحدیث کی چند جلدوں کے علاوہ اتنا سرمایہ نہیں ہے جوان نیابتوں پر صرف ہوسکے۔ میں اپنی اولاد سے توقع رکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں خرچ کرنے سے کوتاہی نہ کریں گے۔

میرا پروردگار جانتا ہے میرے پاس نہ ایک بالشت زمین ہے اور نہ کچھ روپیہ

پیسہ۔

میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے جنازے کو حضرت فاطمہ معصومہ قمؑ کی قبر کے سامنے رکھا جائے اور سید الشہداءؑ حسین مظلومؑ کی اہلِ بیتؑ سے رخصتِ آخر کے مصائب پڑھے جائیں اور اسی طرح میرے جنازے کو میرے تعمیر کردہ امام باڑے میں رکھا جائے وہاں بھی یہی مصائب پڑھ لئے جائیں اور اسی طرح جب مجھے میری قبر میں اتارا جائے جو میں نے کتب خانہ کے دروازے پر اپنے لئے معین کی ہے، وہاں بھی اسی مصیبت کا تذکرہ کیا جائے۔ میں اسے اور اپنے تمام فرزند کو وصیت کرتا ہوں کہ ہر شبِ جمعہ میری قبر کے گرد جمع ہوں، قرآن پڑھیں اور مصیبتِ سید الشہداءؑ پر گریہ و زاری کریں۔

استادِ علامؒ نے اپنی وصیت کے آخر میں فرمایا ہے۔

بارالٰہا! میں تجھ سے ان گناہوں کے سلسلے میں عفو و مغفرت کا خواستگار ہوں جو مجھ سے اور میری اولادِ نرینہ نیز میرے باایمان دوستوں سے سرزد ہوئے ہیں۔ ہمارا نامۂ اعمال ہمارے داہنے ہاتھوں میں اور خلد ہمارے بائیں ہاتھوں میں عطا کرنا اور ہمیں محمدؐ و آلِ محمدؑ کی محبت و مودّت کے ساتھ دنیا سے اٹھانا۔ بارالٰہا! ہم تجھ سے اہل بیتؑ کے دشمن اور اُن کے حقوق غصب کرنے والوں، اُن کے فضائل و مناقب کا انکار کرنے والوں

اور انہیں خدا کے عطا کردہ مراتب میں شک کرنے والوں سے برائت وبیزاری کے خواہاں ہیں۔

بارالہا! ہمیں ان کی حیات کے صدقے میں حیات اور ان کی موت کے صدقے میں موت عطا کرنا تو جانتا ہے ہم نے ان کی محبت ومودّت میں اپنے کو فنا کر دیا ہے ہمیں اُن کا صلہ عطا کرنا جو اہل بیتؑ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے ہمیں ان سے دفاع کرنے والوں کی فہرست میں شمار کرنا اور ہمیں ان لوگوں میں قرار دینا جو ان سے ہدایت لیتے ہیں اور انکے نقش قدم پر ثابت قدم ہیں۔ ہمیں ان کی محبت سے تمسّک کرنے والوں میں قرار دینا۔

آمین ثم آمین

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

عبد فقیر خادم علوم اہل بیتؑ ابو معالی شہاب الدین حسینی مرعشی نجفی عفی عنہ نے اسے تحریر کیا ہے۔

ولقد وصینا الذین اوتوا لکتاب من قبلکم و ایاکم ان اتقو الله (النساء۱۳۱)

''اور جن لوگوں کوتم سے پہلے کتاب عطا کی گئی ہے ان کو اور تم کو بھی اس کی ہم نے وصیت کی تھی کہ خدا کی نافرمانی سے ڈرتے رہو۔

وما وصینا به ابراهیم و موسی و عیسی ان اقیمو الدین (الشوریٰ۱۳)

''ہم نے موسیٰؑ وعیسیٰؑ کو دین قائم کرنے کی وصیت کی۔

ووصی بها ابراهیم بنیه ویعقوب یا بنی ان الله اصطفی لکم الدین فلا تمتن الا و انتم مسلمون . ام کنتم شهداء اذ حضر یعقوب الموت اذقال لبنیه ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الهک و اله آبائک ابراهیم و اسماعیل و اسحاق الهاً واحداً و نحن له مسلمون (البقرة۱۳۲)

''اور ایسی ہی ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کی اور یعقوبؑ نے بھی کی۔ اے فرزند! خدا نے تمھارے واسطے دین کو پسند کیا ہے لہٰذا تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان ہی اے یہود! کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کے سر موت آ کھڑی ہوئی اس وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا میرے بعد کس کی عبادت کروگے تو کہنے لگے ہم آپ کے معبود آپ کے باپ داداؤں ابراہیمؑ واسمائیلؑ واسحاقؑ کے معبود یکتا خدا کی عبادت کریں گے

اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

من لا یحسن الوصیة عند موته کان نقصاً فی عقله و مروته

رسول خداؐ نے فرمایا ہے: جو شخص اپنی موت کے وقت وصیت نہ کرے اس کی عقل اور مروّت میں نقص ہے۔ (بحارالانوار ج۱۰۳ص ۱۹۳)

وقال الصادق علیہ السلام'' **الوصیة حق علی کل مسلم**

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے وصیت ہر مسلمان کا حق ہے۔

وقال علیه السلام ان اقلت فی عمرک یومین فاجعل احدهما لآ خرتک تستعین به علی یوم موتک فقبل و ما تلک الا ستعانة ؟ قال لیحسن تدبیر مایخلف و یحکمه به.

امام علیہ السلام نے فرمایا اگر تمھاری عمر میں دو دن بھی باقی رہ گئے ہوں تو ایک کو آخرت کے لئے مخصوص کردو جس سے تم اپنی موت پر استعانت طلب کرو پوچھا گیا استعانت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اپنے اخلاف سے وصیتِ بہترین کرو۔

وصیت انسان کی زندگی اور اسکی موت کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہے اور یہ اللہ کے بندوں پر اس کی ایک سنت رہی ہے لہٰذا ہر ایک کے لئے ضروری ہے کہ جو کچھ اسکے پاس ہے اس سلسلہ میں اپنے بعد کے لئے وصیت کرے۔

وصیت کرنے والوں کی وصیتیں شخصیت کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہیں پروردگارِ عالم اپنے بندوں کو زُہد و تقویٰ اور اقامہ دین کی وصیت کرتا ہے انبیاء علیہ السلام اپنانے اور اللہ کی بندگی کی وصیت کرتے ہیں حضرت محمد مصطفیٰؐ نے حضرت علیؑ سے چار سو وصیتیں فرمائی ہیں۔ اوصیاء ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں اور علماء بھی جو انبیاء کے وارث اور اوصیاء کی راہ پر چلنے والے ہیں اپنے بیٹوں اور تمام لوگوں کو عمومی اور خصوصی وصیتیں کرتے ہیں جن میں سب سے پہلے تقویٰ، دین اور خدا کی عبادت کی وصیت ہے جیسا کہ ہمارے بزرگ علماء سید ابن طاؤسؒ نے اپنے فرزند محمد اور علامہ حلّیؒ نے اپنے فرزند فخر المحققینؒ کو وصیت کی ہے۔

انہیں بزرگ علماء میں استادِ علّامؒ بھی تھے جنہوں نے اس راستہ کو طے کیا اور ایسی گراں بہا وصیتیں فرمائیں جسے نور کے قلم سے لکھنے کی ضرورت ہے۔ آپ نے ان وصیتوں کو تین رسالہ میں تحریر کیا ہے جن میں سے انتخاب کر کے چند وصیتیں ہم قارئین کیلئے تحریر کرتے ہیں اور ان پر دقتِ نظر، غور و فکر نیز بحسبِ امکان عمل کرنے کی گزارش کرتے ہیں۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

خدا بہترین مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔۔

پہلی وصیت

ماخوذ از الطریق و المحجة لثمرة المحجة

(۱) میں اِسے دینِ اسلام کی ترویج اور مذہبِ حق کے دفاع کی وصیت کرتا ہوں دین آج بھی بے یار و غربت زدہ ہے اور بلند آواز سے پکار رہا ہے۔

هل من ناصر ينصرني هل من ذاب يذب عني

چند افراد کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کی آواز پر لبیک کہے اور اس کی فریادرسی کو پہنچے۔ خداوندِ عالم ان کی کوششوں کو قبول کرے اور انہیں بہترین جزا دے۔

(۲) میں اسے کتابِ خدا میں تدبر، اس سے پند و نصیحت حاصل کرنے، اہل قبور کی زیارت اور ان کے سلسلے میں یہ غور و فکر کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ کل کس حال میں تھے اور آج کس حال میں ہیں، وہ کل کیسے تھے اور آج انکی کیا صورت ہوگئی ہے، وہ کل کہاں تھے اور آج کس مقام پر ہیں؟

(۳) میں اسے لوگوں سے کم سے کم معاشرت رکھنے کی وصیت کرتا ہوں اس لئے اس زمانے میں لوگوں میں زیادہ اٹھنا بیٹھنا خطرناک ہے کم ہی ایسا دیکھا گیا کہ لوگ آپس میں مل جل کر بیٹھتے ہوں اور مومنین کے حق میں بہتان، غیبت، بُرائی اور اُن کے حقوق و اُخوّت کے سلسلے میں زبان نہ کھولتے ہوں۔

(۴) میں اسے اعزاء واقربا کے ساتھ صلۂ رحم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ عمر اور رزق میں توفیق و کرامت کا سب سے قوی سبب ہے۔

(۵) میں اسے تالیف وتصنیف اور اصحابِ امامیہ خاص طور سے گزشتہ علماء کی کتابوں کے نشر واشاعت کی وصیت کرتا ہوں کیوں کہ اس منحوس اور مردہ صفت زمانے میں ترویجِ مذہب کا یہ سب سے قوی سبب ہے۔

(٦) میں اسے شاہراہِ زُہد وورع پر چلنے اور حزم واحتیاط کی وصیت کرتا ہوں۔

(۷) میں اسے زیارت جامعہ کے ہمیشہ پڑھنے کی وصیت کرتا ہوں خواہ ہفتہ میں ایک ہی مرتبہ کیوں نہ ہو۔

(۸) میں اسے شرعی علوم میں جدوجہد اور مشغول رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔

(۹) میں اسے خدا کے بندوں خاص طور سے اہل علم کی غیبت سے پرہیز کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ انکی غیبت زہر آلود مُردے کھانے کے برابر ہے۔

(۱۰) میں اسے نمازِ صبح کے بعد روزانہ سورۂ یٰسین، نمازِ ظہر کے بعد سورۂ نبا، نمازِ عصر کے بعد سورۂ عصر، نمازِ مغرب کے بعد سورۂ واقعہ اور نمازِ عشاء کے بعد سورۂ مُلک پڑھنے کی وصیت کرتا ہوں اور ان کی مداومت پر تاکید بھی کرتا ہوں۔ میں نے یہ روش اپنے مشائخ سے حاصل کی ہے اور بارہا اسے آزمایا بھی ہے۔

(۱۱) میں اسے نمازِ یومیہ کے بعد ہر قنوت میں اس دعائے شریف کے مستقل پڑھنے کی وصیت کرتا ہوں۔

اللھم انی سالک بحق فاطمۃ وابیھا و بعلھا و بنیھا والسر المستودع فیھا ان تصلی علیٰ محمدؐ وآل محمدؑ وان تفعل ما انت اھلہ ولا تفعل بی ما انا اھلہ.

(۱۲) میں اسے ہر رکوع خاص طور سے آخری رکعت کے ذکرِ رکوع کے بعد اس دعا کے پڑھنے پر تاکیداً وصیت کرتا ہوں۔

اللھم صل علی محمدؐ وآل محمدؑ وترحم علی عجزنا و اغثنا بحقھم یا ارحم الراحمین .

(۱۳) میں اسے تسبیحاتِ حضرت فاطمہ زہراؑ کے ہمیشہ پڑھنے کی وصیت کرتا ہوں۔

(۱۴) میں اسے حضرت فاطمہ زہراؑ کے اس خطبہ میں غور وخوض کی وصیت کرتا ہوں جسے انہوں نے مسجد نبوی میں ارشاد فرمایا تھا۔جسکی بلاغت اور فصاحت سے فصحاء گنگ، بلغاء عاجز اور علماء مبہوت ہوگئے۔علمائے سلف میں ابن طیغور بغدادی نے اپنی کتاب بلاغۃ النساء میں اس خطبہ کی روایت کی ہے۔

(۱۵) میں اسے خطبۂ شقشقیہ میں غور وفکر کی وصیت کرتا ہوں جسے حضرت علیؑ نے مسجد میں ارشاد فرمایا تھا سنی شیعہ بہت سے علماء نے اسے نقل کیا ہے۔

(۱۶) میں اسے نمازِ شب اور سحر کے وقت استغفار کرنے کی تاکیداً وصیت کرتا ہوں۔

(۱۷) میں اسے صلۂ رحم کی وصیت کرتا ہوں خاص طور سے انکے بھائی اور بہنوں کے سلسلے میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ نیکی کا سلوک کرے اس لئے کہ میں نے اپنے بعد کے لئے دنیا کے ٹھیکروں (مال و دولت کی طرف اشارہ ہے) کی شکل میں کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے مجھے جو کچھ بھی حاصل ہوا اُسے، حتیٰ وہ رقم بھی جو خاص طور سے مجھے دی جاتی تھی محتاجوں اور اہلِ علم پر صرف کر دیا ہے۔ عنقریب میں دنیا سے سفر کرنے والا ہوں لیکن اپنے ورثاء کے لئے دنیا کے مال و اسباب اور زر و جواہرات میں سے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے انہیں اپنے رب کے حوالے کر دیا ہے۔ ان کے لئے بہترین یادیں اور اچھی باتیں چھوڑی ہیں اور اگر میں اپنی اولاد کے لئے مال و اسباب سمیٹنے کی کوشش کرتا، لوگ میرے اوپر اس قدر اعتبار کرتے ہیں میں اپنے وارثوں کے لئے لاکھوں اور کروڑوں کی جائداد و اسباب چھوڑ سکتا تھا۔ فاعتبر وا یا اولی الابصار۔

(۱۸) میں اسے قرآن کریم اور احادیثِ شریف کے پڑھنے، پڑھانے کی وصیت کرتا ہوں بے شک یہ چیزیں دل کے امراض کے لئے شفاء اور باطن کو منوّر کرنے والی ہیں۔

(۱۹) میں اسے خداوندِ عالم کے توسّل سے اوراذکار و ادعیہ کی مداومت کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ خداوندِ عالم بلاوجہ وقت گنوانے والے جوان سے غضبناک ہوتا ہے۔

(۲۰) میں اسے فضول وقت صرف کرنے اوراپنی عمرِعزیز کے بے معنی کاموں میں گنوانے سے پرہیز کی وصیت کرتا ہوں۔

(۲۱) میں اسے نصف شب اور صبح شام استغفار کی وصیت کرتا ہوں۔

(۲۲) میں اسے اپنے تربیت کردہ متقی اور پرہیز گار شاگردوں کے حق میں حُسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ جس نے میرے ساتھ بھلائی کی اس نے میری مدد کی۔

(۲۳) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ مجھے آئمہ کرامؑ، اُن کے فرزندوں کے مزارات اورحج وعمرہ کے مناسک میں دعائے خیر سے فراموش نہ کرے۔

(۲۴) میں اسے اپنے اس امام باڑے میں جسے قم میں تاسیس کیا ہے شعائر الٰہی کے قائم کرنے میں جدوجہد کی وصیت کرتا ہوں۔

(۲۵) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ میرے ساتھ وہ تھیلی جس میں میں نے آئمہ اطہارؑ اوراُنکی اولاد، اصحاب اورعظیم علماء کے قبروں کی خاک اکھٹا کی ہے، دفن کی جائے۔ میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ میرا سیاہ لباس جسے میں حزن وغم کے عالم میں محرم وصفر کے مہینے میں پہنتا تھا میرے ساتھ دفن کیا جائے۔

(۲۶) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ وہ جاءنماز جس پر میں نے ستر سال نمازِ شب ادا کی ہے میرے ساتھ دفن کی جائے۔

(۲۷) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ میرے ساتھ وہ تسبیح جس کے دانوں پر میں نے مغفرت طلب کی ہے دفن کی جائے۔

(۲۸) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ میرے کفن میں میرے سینے پر رومال رکھا جائے جس میں، میں نے سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کے مصائب پر بہنے والے آنسوؤں کو جذب کیا ہے۔

(۲۹) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ میری جانب سے حج اور زیارتِ قبر رسولؐ کے لئے ایک صالح آدمی کو نائب بنا کر بھیجا جائے مجھے ان دونوں سے بے پناہ عشق ہے اور میں تہی دست ہوں اسی طرح یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ میری جانب سے کسی نیک بندے کو عراق کے مقاماتِ مقدّسہ کی زیارت کے لئے روانہ کیا جائے کیونکہ میرے پاس فقہ واصول وحدیث کی چند جلدوں کے علاوہ اتنا سرمایہ نہیں ہے جو ان نیابتوں پر صرف ہو سکے۔ میں اپنی اولاد سے توقع رکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں خرچ کرنے سے کوتاہی نہ کریں گے۔ میرا پروردگار جانتا ہے میرے پاس نہ ایک بالشت زمین ہے اور نہ کچھ روپیہ پیسہ

(۳۰) میں اسے ہمیشہ باطہارت رہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس سے

دل روشن ہوتا ہے اور رنج والم دور ہوتے ہیں۔

(۳۱) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ میرے جنازے کی تشیع میں ایسے شخص کو معین کیا جائے جو بلند آواز سے یہ پکارے ''جس کسی کا کوئی حق مجھ پر رہ گیا ہے اُسے معاف کردے۔''

(۳۲) میں اسے حسن اخلاق تواضع وفروتنی کی وصیت کرتا ہوں اور یہ تاکید کرتا ہوں کہ مومنین کے ساتھ کبر ونخوت سے پرہیز کرے۔

(۳۳) میں اسے ہر ہفتے محاسبہ نفس کی وصیت کرتا ہوں اگر کوئی لغزش نظر آئے تو بارگاہ ایزدی میں توبہ کے ذریعہ اس کا تدارک کرلے اور اگر اس کے اعمال میں نیکی ظاہر ہو تو اس نعمت پر خداوندِ قدیر کا شکر ادا کرے اور اس سے مزید توفیق کا خواہاں ہو۔

(۳۴) میں اسے مسنونات ومستحبات کی بجا آوری اور حتی الامکان مکروہات کو ترک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

(۳۵) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ قرآن مجید کی تلاوت کرے اور اس کا ثواب ایسے شیعیان آلِ رسولؐ کی ارواح کو ہدیہ کرے جن کا کوئی وارث اور جن کے حق کا کوئی یاد کرنے والا نہیں۔ اس عملِ خیر کو میں نے بارہا آزمایا ہے اور اس کے ذریعہ خداوندِ عالم نے مجھے توفیق بھی عنایت کی ہے۔

(۳۶) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ اپنے مستحب اعمال کا ایک ثلث اپنے

والدِ گرامی، ایک ثلث اپنی والدۂ ماجدہ اور ایک ثلث صاحبانِ حقوق کے لئے قرار دے اس لئے ان کی روحیں اس کے ہدیہ کے ذریعہ خوش ہوتی ہیں اور اس کے لئے دعا کرتی ہیں کہ خدا اسے دنیا و آخرت میں بہترین رزق عنایت کرے۔

(۳۷) میں اسے تہذیبِ نفس اور مجاہداتِ شرعیہ کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے اسی کے ذریعہ حاصل کیا ہے۔ ربِّ کریم نے مجھے اس کے ذریعہ وہ کچھ عطا کیا ہے جسے کان سننے سے عاجز اور زمانے کی نگاہیں دیکھنے سے قاصر ہیں۔ پروردگار کی اس عظیم عطا اور بے پایاں فضل پر اُس کا شکر گزار ہوں۔

اے میرے فرزند میں نے اس کے بعض اسرار اپنی کتاب صلوٰۃ الحزین میں بیان کئے ہیں جسے مونس الکئیب المضطہد روض الریاحین اور تسمات الصبا کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

(۳۸) میں اسے محرمات سے دور، شکوک و شبہات سے اجتناب اور حزم و احتیاط پر عمل کی وصیت کرتا ہوں۔ میں نے اپنے تلامذہ، برادران دینی اور اہل بیت اطہارؑ سے محبت رکھنے والے تمام علماء و افاضل کو اجازت دی ہے کہ وہ ان تمام باتوں کی میری طرف سے روایت کریں جسے میں نے اپنے رسالے "الطرق المجۃ لثمرۃ المجۃ" میں درج کر دیا ہے اب میرے چل چلاؤ

کا وقت قریب آچکا ہے اس وصیت نامے کو عبدِ حقیر خادمِ علوم اہل بیتؑ ابو المعالی شہاب الدین الحسینی المرعشی عفی اللہ نے صبح پنجشنبہ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۸ ھ کو حرمِ آئمہ اطہارؑ، آشیانۂ آلِ محمدؐ، مشہد کریمۂ اہل بیتؑ حضرت معصومہؑ شہرِ مقدس قم میں تحریر کیا ہے۔

دوسری وصیت

ماخوذ از الطرق و السانید الی مرویات اهل بیت علیہم السلام

(۳۹) میں اسے اور اپنے خطا کار نفس کو ظاہر و باطن میں تقویٰ الٰہی اور اِس پشتِ دنیا کی زیب و زینت سے پرہیز کی وصیت کرتا ہوں۔

(۴۰) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ وہ اہلِ قبور کی زیارت کرے اور ان سے اس بات کی عبرت حاصل کرے کہ وہ کل کیسے تھے اور آج کیسے ہو گئے، وہ کہاں تھے اور کہاں آ گئے، کل وہ کس کیفیت میں تھے اور آج کس کیفیت میں ہیں۔ ان کے مال و منال تقسیم ہو چکے، ان کی بیویوں کی تزویج ہو چکی ہے۔ ان کے گھر آباد ہو گئے اور آج فقط ان کے اعمال و افعال ہی باقی رہ گئے ہیں۔

(۴۱) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ قرآن کریم کی تلاوت اور احادیث کے مطالعہ کو ترک نہ کرے، ان میں غور و فکر کرے اور ان کے انوار سے کسبِ نور کرے۔

(۴۲) میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ وہ لوگوں کے ساتھ کم سے کم معاشرت رکھے اس لئے کہ تمہیں کم ہی ایسی مجلسیں نظر آئیں گی جن میں اللہ کے بندوں کی بُرائی اور غیبت نہ ہوتی ہو، اُنکی اہانت اور اُن کے حق پر تہمت نہ لگائی جاتی ہو خاص طور سے جس کی غیبت کی جائے اگر وہ علماء میں سے ہو تو اسکی غیبت زہر آلود مُردے کھانے کے برابر ہے۔

(۴۳) وہ صاحبانِ حقوق کو علم و ادب اور مال و اولاد کے لحاظ سے بہترین دعاؤں میں فراموش نہ کرے۔

(۴۴) وہ ترویج دین اور احیائے مذہب میں اپنی کوششوں میں کوئی کمی نہ کرے، دین آج بے یارو غربت زدہ ہے اور بلند آواز سے پکار رہا ہے

هل من ناصر ينصرنی هل من ذاب يذب عنی

(۴۵) وہ انتہائے شب میں نمازِ شب اور ہر صبح استغفار کو ترک نہ کرے سید المظلومین امیر المومنینؑ نے اپنی وصیتوں میں فرمایا ہے

علیک بصلاة اللیل

تمھارے اوپر نماز شب واجب ہے

(۴۶) وہ مشکوک غذائیں کھانے سے اجتناب کرے کیونکہ یہ بہت سخت امر ہے۔

(۴۷) میں اسے اپنے بھائیوں، بہنوں، عزیزوں، طلّابِ علومِ دینیہ اور

غریب وفقیر مومنین کے حق میں حُسنِ سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ خداوندِ عالم ہمیں اور اسے قول وفعل وسنت میں شکوک وشبہات اور لغزشوں سے محفوظ رکھے بے شک وہ اس پر قادر ہے۔

بارالہا محمدؐ وآل محمدؑ کی حیات کے مثل ہمیں زندگی دے، ان کی موت جیسی موت دے، ہمیں دنیا میں انکی شفاعت عطا فرما۔ آمین

اس وصیت نامے کو عبد ذلیل ابوالمعالی شہاب الدین حسینی نجفی مرعشی نے صبح دوشنبہ ۲۵ صفر ۱۳۸۹ھ کو حرم آئمہ اطہارؑ، آشیانۂ آل محمدؑ شہر مقدسِ قم میں خداوند عالم کی حمد وثناء، اُس کے اُمور کو تسلیم اور اس سے استغفار کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے تحریر کیا ہے۔

تیسری وصیت

ماخوذ از الطرق والاسانید الی مرویات اھل بیت علیہم السلام

(۴۸) اے میرے بھائی میں تمھیں ظاہر وباطن میں تقویٰ الٰہی اور ہر حال میں خدا پر اعتماد ووثوق کی وصیت کرتا ہوں۔ بعض حدیث کی کتابوں میں حضرت امام حسینؑ نے فرمایا ہے

جو تمہیں فراموش نہ کرے اس پر اعتماد رکھو اور جو تمہیں دیکھ رہا ہے اس سے شرم وحیاء کرو۔

(۴۹) اپنے اعمال میں خلوص واخلاص پیدا کرو کہ یہ کدورتِ قلب کا علاج ہے۔

(۵۰) قرآن مجید کی تلاوت، اس کی آیات میں غور و فکر اور اس کے مقدس انوار سے روشنی حاصل کرنا تمھارے لئے ضروری ہے۔

(۵۱) نبیؐ و آل نبیؑ کی حدیثوں کا مطالعہ کرنا تمھارے لئے ضروری ہے، اس سے دل روشن ہوتا ہے اور کثافتیں دور ہوتی ہیں۔

(۵۲) تمہارے لئے ذریتِ پیغمبر علیہ السلام سے توسّل، اُن کے حق میں حُسنِ سلوک، اُن کا دفاع اور زبان و قلم کے ذریعہ اُن کی نصرت کرنا ضروری ہے کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں لوگوں میں نبوت نے ودیعت کیا ہے۔ تم ان کے حق میں ظلم و تعدی، بغض و عناد، بدخلقی، ذلّت و رسوائی اور ان کے حقوق کی عدم ادائیگی سے شدت کے ساتھ پرہیز کرو کیونکہ یہی چیزیں توفیقِ الٰہی کے سبب ہیں۔

العیاذ باللہ اگر تمہارے قلوب ان کی محبت کی شراب سے مملو نہیں تو یہ سمجھ لو کہ تم مریض ہو اور روحانی طبیبوں کے ذریعہ تمہارا علاج ضروری ہے کیا کوئی ہے جو ان کے فضل و شرف، جلالت و وجاہت اور قدر و منزلت کی معراج میں شک کرے ہرگز نہیں فقط کورِ چشم اور سنگدل افراد ہی شک کرتے ہیں۔

(۵۳) تم پر مومنین کے ساتھ حُسنِ سلوک، خاطر و مدارات اور خوش روئی کا برتاؤ ضروری ہے کیوں کہ یہ افراد یتیمانِ آلِ محمدؐ ہیں جیسا کہ روایت میں آیا ہے ان کے اُمور زمانۂ غَیبت میں صاحبانِ علم کو تفویض کئے گئے ہیں۔

(۵۴) تم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ضروری ہے اگر تم اپنی زبان و بیان اور حال وقلب کے ذریعہ اس فریضہ کی ادائیگی پر استطاعت رکھتے ہو تو اسلام کے حق میں اس کی مشکلات کے رفع کے لئے دعا کرو کیوں کہ وہ غریب اور اجنبی ہو گیا ہے جیسا کہ پہلے تھا۔ اگر تم چشمِ بصیرت سے دیکھو تو تمہیں نظر آئیگا کہ قرآن ایک طرف بے دینوں اور دوسری طرف عیسائیوں سے مصروفِ پیکار ہے نیز دلوں میں اضطراب اور رنج والم کو بر انگیختہ کرنے والی آواز سے پکار رہا ہے۔

هل من مغيث يغيثني هل من ذاب يذب عني

اور میں نہیں جانتا کہ اس منحوس اور مُردہ صفت زمانے میں کیا میں نے اس کی آواز کا جواب دیا ہے اور اس کی دعوت پر لبیک کہی ہے یا نہیں بلکہ میں اس کے بدلے اللہ

کے بندوں کی ہتکِ حرمت کرنے اور کتابِ خدا کی ہم نشینی نیز عترتِ پیغمبرؐ کے حق سے ٹکراؤ کا مرتکب رہا ہوں۔ وہ بندہ کس قدر خسارے میں ہے جو اس کے نجات دہندہ ہیں انہیں کا دشمن بنا ہوا ہو۔

(۵۵) تم پر مومنین کی قبروں کی زیارت اور ان سے عبرت حاصل کرنا ضروری ہے کہ وہ لوگ کل کیا تھے اور آج کیا ہو گئے وہ کہاں تھے اور کہاں آ گئے، کیسے تھے اور آج کس حال کو پہنچ گئے ہیں، کس منزلت کے تھے اور

کس حالت کو پہنچے، بے شک قبروں کی زیارتیں خواہشاتِ نفسانی اور دنیا کی محبت کو مارتی ہیں اور رنج وغم کو بڑھاتی ہیں۔

(۵۶) تم پر ضروری ہے کہ معصومینؑ کے آثار واقوال کو مختلف مجلسوں اور محفلوں میں بڑھ چڑھ کر بیان کرو۔ ان کے ذکر وآثار کو زیادہ سے زیادہ رائج کرو اس لئے کہ وہ خاص طور سے اس زمانے میں مظلوم اور ستم رسیدہ ہے کیونکہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہیں اور اس ذریتِ طاہرہ کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ ان چیزوں سے لو لگاتے ہیں جو ان کا دل چاہتا ہے۔ اللہ انہیں اس غفلت سے بیدار کرے۔

(۵۷) تم تصنیف وتالیف، لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے اور انہیں علمی فائدہ پہنچانے میں سعی وبلیغ کرو اور اپنی عمر ضائع نہ کرو جیسے اکثر لوگ کیا کرتے ہیں۔ خداوند عالم ہمیں اور تمام مومنین کو ان نفیس وصیتوں پر عمل کرنے، صفاتِ حسنہ اور مکارم الاخلاق سے آراستہ ہونے نیز آئمہ اہل بیتؑ جو روز جزا ہمارے شفیع ہونگے، کے اقوال کی پیروی پر عمل کی توفیق عنایت فرمائے۔

میں محمدؐ وآل محمدؐ کے وسیلے سے خدا کے فضل وکرم کا امیدوار ہوں کہ وہ ہمارے دین کی حفاظت کرے، ہمارے ایمان کو تقویت بخشے، ہمارے علم ویقین میں اضافہ فرمائے اور ہماری عاقبت بخیر کرے۔ حرم آئمہ اطہارؑ،

آشیانۂ آلِ محمدؑ شہر مقدس قم میں خداوند عالم کی حمد وثناء، طلبِ مغفرت اور اس کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے ان وصیتوں کو تحریر کیا ہے۔ یہ وصیتیں اور رسالہ ۱۴۱۰ ہجری میں شائع ہوا۔ اس اعتبار سے استادِ علاّمؒ کی یہ آخری وصیتیں ہیں۔

خداوند عالم ہمیں اور تم سب کو ان لوگوں کے ساتھ قرار دے جو اولیائے خدا کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں اور ان کی وصیتوں پر عمل کرتے ہیں۔ ان کے افعال و آثار کی جلوت وحکومت میں پیروی کرتے ہیں، اس کے ذریعے اپنے نفسوں کو پاک کرتے ہیں نیک صفات اور اچھے اخلاق سے آراستہ ہوتے ہیں اور اپنے رب سے ملاقات اور اسی کی طرف بازگشت کرتے ہیں

انالله و انا علیه راجعون

وفاتِ حسرت آیات

رکنِ اسلام ملاذ الانام آیۃ اللہ العظمیٰ السید شہاب الدین الحسینی المرعشی النجفیؒ کی جانسوز رحلت سے شہرِ قم ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے ارکان لرز گئے۔

آپ نے صحنِ حرمِ سیدہ معصومہ سلام اللہ علیہا، میں نمازِ مغربین کی امامت کے بعد شبِ پنجشنبہ ۷ صفر ۱۴۱۱ھ کو اپنے پروردگار کی ندا پر لبیک کہی۔ اس خبر کے پھیلتے ہی شہروں میں سیاہ پرچم نصب کردیئے گئے، چہروں پہ رنج و غم کے آثار ظاہر ہوگئے، آنکھیں اشک آلود ہوگئیں دل غم زدہ اور لبوں پر آہ و نالے تھے۔

ایران بلکہ تمام امتِ اسلامیہ کے اوپر یہ عجیب رنج و غم کا دن تھا۔ آنکھیں رو رہی تھیں اور

وا سیداہ عزا عزا است امروز

مہدی صاحب الزّمان صاحبِ عزا است امروز

کے فلک شگاف نعروں سے فضا گونج رہی تھی۔

آپ کا جسدِ مبارک آپ کے امام بارہ میں شبِ جمعہ تک رکھا گیا اور وصیت کے مطابق تابوت کو منبرِ حسینی سے باندھ دیا گیا۔ روزِ جمعہ آپ کے حسینیہ میں عزاداروں کا ایک جم غفیر جمع ہوگیا جو اپنے سروں اور چہروں پر حزن و غم کے عالم میں طمانچے لگا رہے تھے۔ سید الشہداء حضرت امام حسینؑ کے مصائب

پر گریہ وزاری اور مراسم عزا کے بعد آپ کا جنازہ کاندھوں پر اٹھایا گیا۔ لوگوں کا ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر امڈا چلا آرہا تھا آنکھوں اور دل سے خون کے آنسو بہہ رہے تھے۔ آپ نگاہوں سے پوشیدہ ہو گئے لیکن دلوں میں آج بھی زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ آپ تاریخ میں اپنے نیک اخلاق، عزمِ راسخ، استقامت و پامردی، مسلسل جہاد، مستحکم ارادے، نفع بخش آثار، ہمیشہ رہنے والی برکتوں اور گراں بہا افاضات کے ذریعے زندہ رہیں گے۔ آپ کا مقام تمام مسلمانوں اور خصوصیت سے علماء کے دلوں میں باقی رہیگا۔

سچ ہے آپ صاحبانِ زُہد وتقویٰ اور وارثانِ علم وفضائل کیلیئے ایک روشن چراغ تھے۔ وہ روشنی خاموش ہوگئی جو بزرگی اور عظمت کی طرف پیش رفت کرنے والے افراد کی رہنمائی کررہی تھی۔

میں نے آپ کے ساتھ برسوں زندگی بسر کی لیکن خیر وتقویٰ کے علاوہ کسی اور شے کا مشاہدہ نہیں کیا۔ آپ کا عمل آخرت کی طرف رغبت اور آپ کی باتیں علم میں زیادتی پیدا کرتی تھیں، آپ کی زیارت سے خدا یاد آتا تھا۔ آپ کی پوری زندگی خیر اعمال اور افتخارات سے اس طرح بھری ہوئی تھی کہ آپ زُہد وتقویٰ و ورع اور اعمالِ خیر کی بجا آوری نیز علمی، ثقافتی اور سماجی خدمات کے لئے ضرب المثل بن گئے تھے۔ درحقیقت آپ کو موت نہیں

آئی بلکہ آپ ایک روشن چراغ کی طرح اب بھی ضوفشاں ہیں۔

سلام ہو اُس دن پر جب آپ پیدا ہوئے۔

۲۰ صفر ۱۳۱۵ ہجری

سلام ہو اُس دن پر جب آپ کی روح رحمت ایزدی کی طرف گئی۔

۷ صفر ۱۴۱۱ ہجری

سلام ہو اُس دن پر جب آپ مومنین کے کاندھوں پر بلند ہوئے۔

۹ صفر ۱۴۱۱ ہجری

سلام ہو اُس دن پر جب آپ اپنے عمومی کتب خانے میں قبر کے اندر اتارے گئے۔ روز جمعہ ۹ صفر ۱۴۱۱ ہجری ۱۲ بجے قبل الظہر اور خدا کے مقرب ملائکہ نے سلام کرتے ہوئے جنت کی بشارت دی۔

اور سلام ہو اُس دن پر جب زندہ مبعوث ہوں گے، آپ کا نامۂ اعمال آپ کے داہنے ہاتھ میں ہوگا اور اپنے اجدادِ طاہرینؑ کی طرف آپ کو خدا کے نزدیک حقیقی قیام گاہ کی بشارت دی جا رہی ہوگی۔

آپ کے بعد لوگ آپ کی پاکیزہ روح، آپ کی محبتِ اہل بیتؑ، آپ کے نیک افکار اور عزم و جزم سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

آپ نے مطبوعات و مخطوعات کا علمی ذخیرہ علماء و طلباء کی ایک طویل جماعت، دینی مدرسے، امام باڑے اور وہ عمومی کتب خانہ جس کی عالم

میں کوئی نظیر نہیں، اپنے بعد آنے والوں کے لئے ترکہ کے طور پر چھوڑے۔

اے میرے سید و سردار! خدا کی قسم میرے اور تمام چاہنے والوں کے اوپر آپ کا فراق دشوار ہے نیز یہ کتنا سخت ہے اس زمانے میں آپ کا مرثیہ پڑھا جائے۔

اے میرے سید و آقا! میں وہ آخری ساعت کبھی فراموش نہیں کر سکتا جب آپ کی وفات سے دو روز قبل دوشنبہ کے دن ۸ بجے صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

میں آپ کے پاس الحاج حسین شاکری کی کتاب ''علی فی الکتاب والسنہ'' پر تقریظ لکھوانے گیا تھا۔ جب میں نے اپنا اور مصنف کا مقدمہ نیز کتاب کی کچھ عبارتیں پڑھ کر سنائیں تو آپ نے فرمایا اس نام کے آگے نجفی لکھ دو ہمیں فخر ہے کہ ہم اپنے آپ کو نجفِ اشرف سے منسوب کرتے ہیں۔ پھر میری طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تم علم و ادب میں ید طولیٰ رکھتے ہو، تم جانتے ہو میں محبت حضرت علی علیہ السلام میں مستغرق ہوں لیکن میری نگاہیں کمزور ہیں۔ تم تقریظ لکھ دو میں نے تقریظ لکھ دی۔ پھر آپ نے مجھے صحیفۂ سجادیہ ہدیہ کے طور پر پیش کی اور کہا اسے ہر صبح پڑھتے رہنا۔ پھر اس کے فضائل بیان کئے اس سے پہلے آپ نے صحیفہ سجادیہ استاد طنطاوی کے پاس بھی بھیجا تھا اور انہوں نے آپ کے پاس تحریر کیا تھا۔

انه کلام دودن کلام الخالق وفوق کلام المخلوق

یہ کلام خالق سے پست اور کلام مخلوق سے بالا کلام ہے

ہاں اے میرے سید وآقا! میں نے تقریظ لکھدی جس طرح پہلے بھی لکھا کرتا تھا لیکن جب میں نے آپ کے گھر کا ارادہ کیا تو اچانک مجھے روحانی باپ کے فراق اور اس عظیم حادثے کی خبر ملی۔ گھر پلٹ گیا اور زبان پر یہ جملہ جاری ہوا۔

یوم علی آل الرسول عظیم

اے میرے سید وسردار۔! چین سے سوجایئے ہم اپنے عہد کے مطابق آپ کی راہ پر اخلاص کے ساتھ گامزن ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ کا غمگین فرزند۔۔

عادل علوی

یکم ربیع الاول ۱۴۱۱ ہجری

وصیّت اور وراثت
کے احکام

بمعہ

ماڈل وصیّت نامہ

مرتّبہ : مولانا محمد صادق حسن صاحب

وصیّت اور وراثت

وصیّت کی اہمیت

وصیّت اسلام کے احکامات میں سے ایک حکم ہے۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جس کی ادائیگی سے ایک طرف خدا کی خوشنودی اور دوسری طرف انسانی حقوق کی ادائیگی کے باعث معاشرے سے فتنہ وفساد جیسی برائیاں دور ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کے سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

''تم پر یہ فرض کیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو موت آنے والی ہو، اور اگر وہ کوئی ترکہ (مال وغیرہ) چھوڑے تو وہ اپنے والدین اور اپنے قریبی رشتے داروں کے لئے نیکی کی وصیت کرے۔ یہ صاحبانِ تقویٰ پر (اللہ سے ڈرنے والوں پر) حق ہے''۔

ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو شخص بغیر وصیت کیئے مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے''۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ: ''جو شخص مرنے کے وقت اپنے اُن قریبی رشتہ داروں کے لئے وصیت نہ کرے جو اس کہ وارث نہ ہوں تو اس کا خاتمہ (اس کی موت) گناہ پر ہے''۔

ان روایات کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وصیت صرف وہی کرے جو قریب المرگ ہو۔

اس سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السّلام ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جب رات کو سوئے تو اس کا وصیت نامہ اس کے سر کے نیچے ہو''۔

مندرجہ بالا افرامین کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ہم نے ہر خاص و عام کی سہولت اور آسانی کے لئے وصیت نامہ تیار کیا ہے۔ اس وصیت نامے کو پر کرنے سے قبل وصیت کرنے والے اور وصیت پر عمل کرنے والے کے لئے چند فقہی مسائل کا جاننا ضروری ہے۔ ان مسائل کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

وصیت کرنے والے کے لئے شرائط:۔

وصیت کرنے والے میں چار شرطوں کا ہونا ضروری ہے:

۱) بالغ ہو۔ نابالغ کی وصیت صحیح نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ دس سال کی عمر کا ہو اور سمجھدار ہو تو وہ نیکی کے کاموں، رشتے داروں کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔

۲) عاقل ہو (عقل رکھتا ہو) پاگل، بیہوش اور مست کی وصیت باطل ہے۔

۳) اپنی مرضی سے وصیت کرے۔ اگر کسی کو مجبور کر کے وصیت کرائی جائے تو وہ وصیت باطل ہے۔

۴) خودکشی کرنے والا نہ ہو۔ خودکشی کے عمل (اپنے آپ کو زخمی یہ ہلاکت کر دینے یا زہر پی لینے) کے بعد اگر وصیت کرے گا تو وصیت باطل ہے۔

لیکن خودکشی کے عمل سے پہلے وصیت کرے تو وصیت صحیح ہے۔ خواہ اس کا ارادہ خودکشی کا ہی کیوں نہ ہو۔

وصی کی شرائط:۔

وصیّت کرنے والا اپنی وصیت پر عمل کرانے کے لئے جس شخص کو مقرّر کرے اس شخص کو ''وصی'' کہتے ہیں۔ اس میں مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) بالغ ہو لیکن اگر نابالغ کے لئے یہ سوچ کر وصیت کرے کہ وہ بالغ ہونے کے بعد اس پر عمل کرے تو وہ صحیح ہے۔

(۲) عاقل ہو۔ (عقل رکھتا ہو)

(۳) بِنا بر احتیاط مسلمان ہو۔

(۴) وصی کا عادل ہونا ضروری نہیں، البتہ قابل اعتماد ہونا ضروری ہے۔

(۵) عورت، نابینا اور ورثاء میں سے وصی بنانا مکروہ ہے۔

(۶) ایک سے زائد اشخاص کو وصی بنایا جا سکتا ہے۔ دو یا دو سے زائد کو ایک ہی کام یا مختلف کاموں کے لئے الگ الگ وصی بنایا جا سکتا ہے۔

(۷) اگر وصی وصیت پر عمل کرنے سے قاصر ہو تو حاکم شرع (مجتہدِ جامع الشرائط) دوسرے کسی شخص کو اس کی مدد کے لئے مقرّر کرے۔

(۸) اگر وصی وصیت پر عمل کرنے سے قبل ہی مر جائے تو حاکم شرع

وصیت پر عمل کرانے کے لئے دوسرے کسی فرد کو مقرّر کرے گا۔

(۹) وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ وصی بننے سے انکار کردے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ اپنی عدم رضامندی کی اطّلاع وصیت کرنے والے کو اس کی زندگی ہی میں کردے، اور اگر اس کی زندگی میں ایسا نہ کیا تو وصیت کرنے والے کی موت کے بعد اسے اس کا وصی بننا پڑے گا۔

احکاماتِ وصیّت

جن چیزوں کی وصیّت کی جاتی ہے ان کے مسائل:

(۱) کسی شخص کے مرنے کے بعد اس کی جائیداد میں سے سب سے پہلے مالی واجبات ادا کیئے جائیں (جس کی تفصیل آگے وراثت کے مسائل میں پیش کی جارہی ہے) اس کے بعد جو کچھ بچے اس کے ایک تہائی کی وصیت اپنی مرضی سے کی جاسکتی ہے۔ اگر کوئی اپنے مال کے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کرے تو اس صورت میں ایک تہائی کی وصیت صحیح ہے اور اس سے زیادہ کی وصیت باطل ہے۔ لیکن اس کے ورثاء راضی ہوں تو پوری وصیت صحیح ہے۔

(۲) حرام کاموں کی وصیت باطل ہے۔ مثلاً گرجہ تعمیر کرانا، ظالموں کی مدد کرنا، گمراہ کن کتابیں شائع کرانے کی وصیت وغیرہ۔

(۳) جب ایک ہی شے کے لئے ایک سے زیادہ وصیتیں کی گئی ہوں تو اس

صورت میں آخری وصیت کو صحیح مانا جائے۔ مثلاً وصیت کی ہو کہ کوئی چیز یا اتنی رقم اقبال کو دی جائے۔ بعد میں وصیت کی جائے کہ وہی چیز یا اتنی رقم عمران کو دی جائے۔ تو ایسی صورت میں مذکورہ چیز اور رقم عمران کو دی جائے گی۔ لیکن اگر پتہ نہ چلے کہ پہلی وصیت کیا تھی اور بعد کی وصیت کیا تھی تو ایسی صورت میں قرعہ ڈال کر فیصلہ کیا جائے۔

(۴) جب بھی وصیت کی مقدار میں شک ہو تو ایسی صورت میں کم مقدار دی جائے۔ مثلاً بہن کے لئے وصیت کی ہے لیکن شک ہو رہا ہے کہ پانچ سو روپے کی وصیت ہے یا پانچ ہزار کی ایسی صورت میں پانچ سو روپے ہی دیئے جائیں گے۔

وصیّت کے ضروری احکام

ا) جب انسان اپنی موت کی نشانیوں کو دیکھے تو اس کے لئے مندرجہ ذیل اُمور کی وصیت کرنا واجب ہے۔

i) جو امانتیں اُس کے پاس موجود ہوں۔

ii) لوگوں سے لئے ہوئے قرضے۔

iii) وہ مال جو دوسروں کو قرض دیا ہو۔

iv) وہ مال جو خفیہ جگہوں یا لاکرز وغیرہ میں رکھا ہو۔

v) وہ اشیاء جو مستعار (عارضی طور پر) لی ہوں یا دی ہوں۔

vi) لیکن ان مندرجہ بالا پانچوں اُمور کی وصیت اس صورت میں واجب ہے جبکہ وصیت نہ کرنے سے نقصان یا تلف ہونے کا یقین ہو۔

vii) وہ نماز و روزے جو قضا ہیں۔اگر بڑے بیٹے پر واجب ہو تو اُسے بتائے۔اگر بڑے بیٹے پر واجب نہیں ہے تو مال کے ایک تہائی سے ادا کرانے کی وصیت کی جائے۔

viii) کفّارے

viiii) نذور

ix) ردِّ مظالم، یعنی زندگی میں جو مالی نقصان لوگوں کو پہنچایا ہے ہو اس کی تلافی۔

۲) اگر خمس، زکوٰۃ اور حج اور دیگر مالی واجبات ہیں تو اس کو فوراً ادا کرے اور اگر فوراً ادا نہ کر سکے تو اس کی وصیت کرے۔

۳) اگر ایسے بچّے کے لئے وصیت کی جائے کہ جو شکم مادر میں ہو تو بچّے کے زندہ تولّد ہونے کی صورت میں وصیت پر عمل ہو گا اور بچہ مردہ پیدا ہونے کی صورت میں وصیت باطل تصوّر کی جائے گی۔

۴) آقائے خمینیؒ کے فتویٰ کے مطابق بیوی کے صرف واجب کفن کا خرچہ اس کے شوہر پر واجب ہے جبکہ آیت اللہ خوئی دام ظلّہ کے مطابق کفن کا واجب خرچہ بہر حال شوہر پر واجب ہے لیکن احتیاط واجب ہے کہ تجہیز، تکفین اور تدفین کے دیگر واجب اخراجات بھی شوہر ادا کرے۔

وراثت کے احکام

۱) کسی شخص کے انتقال کے بعد جو مال وہ چھوڑ جاتا ہے اسے ورثہ یا میراث کہتے ہیں۔ جس میں مندرجہ ذیل چیزیں آجاتی ہیں۔

(i) نقد پیسہ (ii) زمین (iii) مکان (iv) دوکان (v) کاروبار میں لگایا ہوا سرمایہ (vi) گھر کا کل سامان جس میں فرنیچر اور برتن بھی شامل ہیں (vii) بیوی اور دیگر افرادِ خانہ کے زیور جو مرنے والے کے مال سے خریدے گئے ہوں (viii) وہ کپڑے جو بیوی کے لئے بنائے تھے اور ان کو پہن بھی چکی ہو تب بھی یہ مرنے والے کا مال تصوّر کیا جائے گا (ix) وہ قرضے جو دوسروں کو دیئے گئے ہوں

۲) کسی شخص کے انتقال کے بعد اس کا ترکہ مندرجہ ذیل ادائیگیوں کے بعد ورثہ میں تقسیم کیا جائے گا۔

(ا) سب سے پہلے مرنے والے کے ذمّہ جو مالی واجبات ہیں وہ ادا کیئے جائیں گے۔ خواہ اس نے اس سلسلے میں وصیت نہ کی ہو۔ مالی واجبات سے مراد وہ ادائیگیاں ہیں جو مرحوم پر واجب تھیں۔ جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں شامل ہیں (اللہ اور بندوں کے حقوق و قرضے آجاتے ہیں)

(i) خمس (ii) زکوٰۃ (iii) واجب حج (vi) لوگوں کے قرضے

(v) ردِّ مظالم (زندگی میں کسی کو بھی مالی نقصان پہنچایا ہو اس کی تلافی)

(vi) دیۃ (اگر زندگی میں کسی کو جسمانی تکلیف پہنچائی ہو تو اس کا معاوضہ)
(vii) بیوی کا مہر (viii) وہ مال جو دھوکا دہی یا دیگر حرام طریقے سے جمع کیا ہو وغیرہ۔

☆ آقائے خمینیؒ کے نزدیک جتنے بھی کفّارے جو کہ متوفّی پر واجب ہیں وہ سب اس کے اصل مال سے دیئے جائیں گے۔

☆ آقائے خوئیؒ مدظلہ العالی کے نزدیک کفّارے اصل مال سے ادا نہیں کیئے جائیں گے۔ بلکہ اگر متوفی نے اس سلسلے میں وصیت کی ہو تو صرف اس صورت میں مال کے تہائی کی حصے سے ادا کیا جائے گا۔

(ب) مندرجہ بالہ ادائیگی کے بعد جو باقی رہے اس میں سے متوفی کی وصیت کے مطابق خرچ کیا جائے لیکن وصیت پر عمل درآمد باقی ماندہ مال کے ایک تہائی تک ہی ہو سکتا ہے۔ بقیہ ۲/۳ مال ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

(۳) اگر متوفی کی وصیت ایک تہائی سے زیادہ کی ہے تو ایسی صورت میں تمام ورثاء کی رضامندی سے اس پر عمل ہوگا۔ اگر ورثاء راضی نہ ہوں تو ایسی صورت میں تمام وصیتوں میں یکساں طور پر کمی کی جائے گی۔

مثلاً اسے نماز، روزے اور کفّارے کی وصیت کی ہے اور ان کاموں کا خرچ ایک تہائی سے زیادہ ہے تو تینوں کے اخراجات میں اس طرح یکساں طور پر تخفیف کی جائے کہ ایک تہائی تک پہنچ جائے۔

(۴) اگر کچھ ورثاء متوفی (مرنے والے) کے مالی واجبات ادا کرانے میں رضامند نہ ہوں تو جو وُرثاء رضامند ہیں وہ تمام مالی واجبات اپنے حصّے سے ادا کر دیں، اور بعد میں ان ورثاء سے جو رضامند نہ تھے اگر ممکن ہو تو تناسب سے وصول کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر انہوں نے واجبات ادا کرتے وقت حاکم شرع (مجہتد جامع الشرائط) کی اجازت نہ لی ہو تو اس صورت میں مذکورہ رقم کے مطالبہ کرنے میں اشکال ہے۔

(۵) اگر کوئی اپنی زندگی میں کوئی چیز اپنے رشتے داروں کو دے۔ مثلاً بیوی کو زیور یا کپڑے وغیرہ دیدے اور اس کا ارادہ یہ ہو کہ بیوی ان چیزوں کی مالکہ ہے تو اس صورت میں وہ اشیاء متوفی کے ورثاء میں شمار نہیں ہوگی۔ اور اگر متوفی نے ایسا کوئی ارادہ نہ کیا ہو تو وہ اس سلسلے میں وصیت کرے کہ وہ اشیاء اس کی بیوی کو دیجائیں۔ اگر وصیت ایک تہائی سے کم کی ہوگی تو اس پر عمل درآمد ہوگا۔ اور اگر اس نے کوئی وصیت نہیں کی ہوگی تو اس صورت میں وہ تمام چیزیں بیوی سے واپس لے کر وُرثاء میں تقسیم کی جائیں گی۔

تقسیم میراث کے مسائل

(۱) شریعت نے میراث کی تقسیم کا ایک خاص طریقہ مقرّر کیا ہے۔ اس کے برعکس یا اپنی مرضی سے میراث کو تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً شریعت

میں باپ کی میراث میں بیٹے کا حق ہے خواہ وہ باپ کا نافرمان یا عاق شدہ ہی کیوں نہ ہو اس کو میراث میں سے اس کا حق ملے گا، اور اگر ماں یا باپ اس کے لئے وصیت کرے کے اس (عاق شدہ یا نافرمان کو) میراث میں سے کچھ نہ دیا جائے وہ وصیت باطل ہے۔

(۲) مندرجہ ذیل ورثاء کو متوفی کی میراث میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

(i) قاتل: اگر کسی نے عمداً کسی کو قتل کیا ہے تو اس قاتل کو مقتول کی وراثت سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

(ii) کافر: متوفی مسلمان ہو اور اس کا وارث کافر ہو تو اس کافر کو میراث میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔

(iii) حرام کی اولاد: جو بچہ زنازادہ (زنا کی وجہ سے پیدا ہوا) ہو، اس کو اس کے باپ کی ورثہ سے حصّہ نہیں ملے گا۔ اس طرح اس کے والدین کو بھی اس کی میراث سے حصّہ نہیں ملے گا۔

(۳) شریعت نے مرنے والوں کے ورثاء کو تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ جب تک پہلے گروہ کا ایک بھی وارث موجود ہوگا، دوسرے گروہ کے رشتہ داروں کو ورثہ نہیں ملے گا۔ لیکن اگر پہلے گروہ کے رشتہ داروں میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو تو دوسرے گروہ کے رشتہ داروں کو ورثہ ملے گا۔ اسی طرح جب تک دوسرے گروہ کا ایک بھی وارث زندہ ہوگا اس وقت تک تیسرے گروہ

کے رشتہ داروں کو ورثہ نہیں ملے گا۔

تینوں گروہوں اور رشتہ داروں کی تفصیل درج ذیل ہے

پہلا گروہ: مرنے والے کے ماں، باپ اور اولاد، اور اگر اولاد حیات نہ ہوتو اولاد کی اولاد۔

دوسرا گروہ: مرنے والے کے دادا، دادی، نانا، نانی اور حقیقی اور سوتیلے بھائی بہن۔

تیسرا گروہ: مرنے والے کے چچا، خالہ، پھوپھی اور ان کے بعد ان کی اولاد۔

شوہر اور بیوی کی میراث

(۱) شوہر اور بیوی دونوں ایک دوسرے کے وارث ہیں۔ ان کو تینوں گروہوں کے ساتھ حصّہ ملے گا۔ پہلے گروہ کے رشتہ دار زندہ ہی ہونے کی صورت میں وہ ان کے ساتھ میراث میں حصّہ پائیں گے۔ اور پہلے گروہ کے رشتہ دار زندہ نہ ہونے کی صورت میں وہ (شوہر/ بیوی) علی التّرتیب دوسرے اور تیسرے گروہوں کے رشتہ داروں کے ساتھ میراث میں حصّہ پائیں گے۔

(۲) شوہر نے بیوی کو طلاق رجعی دی ہو اور دورانِ عدّہ انتقال کی صورت

میں دونوں کوایک دوسرے کی میراث میں سے حصّہ ملے گا۔

(۳) اگر شوہر بیماری کی حالت میں اپنی بیوی کو طلاق دے اور پھر اس بیماری میں اس کا انتقال ہو جائے تو اس کی بیوی کو طلاق کی تاریخ سے ایک سال تک شوہر کی میراث سے حصّہ ملے گا۔

(۴) شوہر کو بیوی کے ترکہ میں سے ہر چیز میں سے حصّہ ملے گا۔ البتّہ بیوی کو شوہر کے ترکے میں سے زمین کا کوئی حصّہ نہیں ملے گا۔ (زمین کا مطلب صرف زمین ہے اگر اس پر کوئی عمارت تعمیر ہے تو بیوی کو صرف زمین میں سے کوئی حصّہ نہیں ملے گا)۔ البتہ عمارت کی قیمت میں حصّہ ملے گا۔ لیکن عمارت میں حصّہ نہیں ملے گا۔ یعنی وہ عمارت کے کسی حصّے کو بحیثیت میراث نہیں مانگ سکتی۔

میراث کی تقسیم کا طریقہ

میراث کی تقسیم میں آسانی کی غرض سے جدول بنادیئے گئے ہیں۔ جو صرف پہلے گروہ کے ورثاء کے متعلق میراث کی تقسیم میں مددگار ثابت ہوں گے۔ دوسرے اور تیسرے گروہ کے ورثاء کے متعلق میراث کی تقسیم کے سلسلے میں مجتہد جامع الشرائط کے فتاویٰ کی کتاب یا علماء کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

ان جدولوں پر عمل کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل مسائل کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) میراث کی تقسیم چار مرحلوں میں ہوگی۔

(i) سب سے پہلے مالی حقوق اور قرضوں کی ادائیگی ہوگی۔

(ii) اس کے بعد بقیہ مال کے ایک تہائی تک کی وصیت پر عمل کیا جائے گا۔

(iii) حبوہ یعنی مرنے والے کا قرآن مجید، انگوٹھی، تلوار اور جو پوشاک وہ پہن چکا ہو وہ بڑے بیٹے کا حق ہے۔

(iv) آخر میں جدول کے مطابق میراث تقسیم ہوگی۔

(۲) اولاد میں میراث کی تقسیم کے وقت بیٹوں کو بیٹیوں سے دوگنا حصّہ ملے گا۔

(۳) اگر مرنے والے کی کوئی بھی اولاد زندہ نہ ہو، خواہ مرنے والے کے ماں، باپ ہوں یا نہ ہوں تو اولاد کی اولاد کو میراث میں سے وہی حصّہ ملے گا۔ جو اس کے والدین (مرنے والے کی اولاد) کو ملتا۔ مثلاً مرنے والے کے پوتے، پوتیوں، نواسے، نواسیوں کو میراث میں سے حصّہ ملے گا۔

پوتی کو نواسے سے دوگنا حصّہ ملے گا۔ کیوں کہ پوتی کو اس کے باپ (مرنے والے کے بیٹے) کا حصّہ ملے گا۔ اور نواسے، نواسی کو ان کی ماں (مرنے والی کی بیٹی) کا حصّہ ملے گا۔ البتہ پوتے کو پوتی سے اور نواسے کو

نواسی سے دوگناہ حصّہ ملے گا۔

(۴) مرنے والے کے کچھ رشتہ دار شریعت کے اعتبار سے حاجب کہلاتے ہیں ان کی وجہ سے مرنے والے کی ماں کا حصّہ کم ہوجاتا ہے۔اس کمی کی تفصیل جدول میں دی گئی ہے۔

مندرجہ ذیل رشتہ دار حاجب کہلاتے ہیں

(الف) مرنے ولے کے دو بھائی (جب کہ ان کا اور مرنے والے کا باپ ایک ہو)۔

(ب) مرنے والے کی چار بہنیں (جبکہ ان کا اور مرنے والے کا باپ ایک ہو)۔

(ج) مرنے والے کا ایک بھائی اور دو بہنیں (جبکہ ان کا اور مرنے والے کا باپ ایک ہو)۔

غرض یہ کہ مرنے والے کے دو بھائی یا چار بہنوں یا ایک بھائی یا دو بہنوں کہ وجہ سے اس کی ماں کے حصّے میں تخفیف ہوجاتی ہے۔

ورثا کے حصّوں کی تفصیل سمجھنے میں آسانی کی خاطر تین جدول تیار کیئے گئے ہیں جن کا تعلق صرف پہلے گروہ کے وارثوں سے ہے۔ چونکہ ہر مرنے والے کا معاملہ وارثوں کی تعداد و نوعیت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے اس لئے آسانی کی خاطر تین جدول تیار کیئے گئے ہیں۔اور ہر جدول سے پہلے تحریر کردیا گیا ہے کہ اس جدول کا تعلق کس معاملے سے ہے تاکہ ہر شخص اپنے خاندان کی نوعیت کے اعتبار سے متعلقہ جدول کو دیکھیئے ۔۔

جدول نمبر ۱

مرنے والا مرد ہو اور پہلے گروہ کے رشتے دار اور بیوی حیات ہوں۔۔

نمبر شمار	ورثاء	کُل حصے	بیوی	باپ	ماں	اولاد
۱۔	باپ+ماں+بیوی (حاجب نہ ہوں)	۱۲	۳	۵	۴	-
۲۔	باپ+ماں+بیوی (حاجب ہوں)	۱۲	۳	۷	۲	-
۳۔	باپ+بیوی	۴	۱	۳	-	-
۴۔	ماں+بیوی	۴	۱	-	۳	-
۵۔	بیٹے+بیوی	۸	۱	-	-	۷(مساوی حصے)
۶۔	بیٹیاں+بیوی	۸	۱	-	-	۷(مساوی حصے)
۷۔	بیٹے+بیٹیاں+بیوی	۸	۱	-	-	۷(بیٹے کو بیٹی کا دُگنا حصہ)
۸۔	باپ+ماں+بیوی+ایک بیٹا	۲۴	۳	۴	۴	۱۳
۹۔	باپ+ماں+بیٹے+بیوی	۲۴	۳	۴	۴	۱۳(مساوی حصے)
۱۰۔	باپ+ماں+ایک بیٹی+بیوی	۴۰	۵	۷	۷	۲۱
۱۱۔	باپ+ماں+بیٹیاں+بیوی	۲۴	۳	۴	۴	۱۳(مساوی حصے)
۱۲۔	باپ+ماں+بیٹے+بیٹیاں+بیوی	۲۴	۳	۴	۴	۱۳(بیٹے کو بیٹی کا دُگنا حصہ)

نمبر شمار	ورثاء	کُل حصے	بیوی	(باپ یاماں)	اولاد
۱۳۔	باپ یاماں+بیوی+ایک بیٹا	۲۴	۳	۴	۱۷
۱۴۔	باپ یاماں+بیوی+بیٹے	۲۴	۳	۴	۱۷(مساوی حصے)
۱۵۔	باپ یاماں+بیوی+ایک بیٹی	۳۲	۴	۷	۲۱
۱۶۔	باپ یاماں+بیوی+بیٹیاں	۴۰	۵	۷	۲۸ (مساوی حصے)
۱۷۔	باپ یاماں+بیوی+بیٹے+بیٹیاں	۲۴	۳	۴	۱۷(بیٹے کو بیٹی کا دُگنا حصہ)

اہم نوٹ : ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں بھی تقسیم جدول کے مطابق ہوگی۔البتہ بیوی کا جو حصہ ہے وہ تمام بیویوں میں مساوی تقسیم کیا جائے گا۔

(مرتبہ مولانا صادق حسن صاحب)

جدول نمبر ۲

مرنے والی عورت ہو اور پہلے گروہ کے رشتہ دار اور شوہر حیات ہوں۔۔

نمبر شمار	ورثاء	کل حصے	شوہر	باپ	ماں	اولاد
۱۔	باپ+شوہر	۲	۱	۱	۔	۔
۲۔	ماں + شوہر	۲	۱	۔	۱	۔
۳۔	باپ+ماں+شوہر (حاجب نہ ہوں)	۶	۳	۱	۲	۔
۴۔	باپ+ماں+شوہر (حاجب ہوں)	۶	۳	۲	۱	۔
۵۔	بیٹے+شوہر	۴	۱	۔	۔	۳ (مساوی حصے)
۶۔	بیٹیاں +شوہر	۴	۱	۔	۔	۳ (مساوی حصے)
۷۔	بیٹے +بیٹیاں+شوہر	۴	۱	۔	۔	۳ (ہر بیٹے کو بیٹی کا دوگنا حصہ ملے گا)
۸۔	باپ+ماں+شوہر+ایک بیٹا	۱۲	۳	۲	۲	۵
۹۔	باپ+ماں+شوہر+بیٹے	۱۲	۳	۲	۲	۵ (مساوی حصے)
۱۰۔	باپ+ماں+شوہر+ایک بیٹی	۱۲	۳	۲	۲	۵
۱۱۔	باپ+ماں+شوہر+بیٹیاں	۱۲	۳	۲	۲	۵ (مساوی حصے)
۱۲۔	باپ+ماں+شوہر+بیٹے+بیٹیاں	۱۲	۳	۲	۲	۵ (ہر بیٹے کو بیٹی کا دوگنا حصہ ملے گا)
				(باپ یاماں)		
۱۳۔	باپ یاماں +شوہر+ایک بیٹا	۱۲	۳	۲		۷
۱۴۔	باپ یاماں +شوہر+بیٹے	۱۲	۳	۲		۷ (مساوی حصے)
۱۵۔	باپ یاماں +شوہر+ایک بیٹی	۱۶	۴	۳		۹
۱۶۔	باپ یاماں +شوہر+بیٹیاں	۱۲	۳	۲		۷ (مساوی حصے)
۱۷۔	باپ یاماں +شوہر+بیٹے+بیٹیاں	۱۲	۳	۲		۷ (ہر بیٹے کو بیٹی کا دوگنا حصہ ملے گا)

(مرتبہ مولانا صادق حسن صاحب)

جدول نمبر: ۳

مرنے والے کا/کی شریکِ حیات نہ ہو اور پہلے گروہ کے رشتہ دار حیات ہوں۔۔

نمبر شمار	ورثاء	کُل حصے	باپ	ماں	اولاد
۱۔	صرف کوئی ایک وارث	پوری میراث اُسی کو ملے گی (وہ اکیلا کُل میراث کا حقدار ہوگا)			
۲۔	باپ + ماں (حاجب نہ ہوں)	۳	۲	۱	۔
۳۔	باپ + ماں (حاجب ہوں)	۶	۵	۱	۔
۴۔	بیٹے + بیٹیاں	۔	۔	۔	ہر بیٹے کو بیٹی کا دوگنا حصہ ملے گا
۵۔	بیٹے یا بیٹیاں	۔	۔	۔	مساوی حصہ
۶۔	باپ + ماں + ایک بیٹا	۶	۱	۱	۴
۷۔	باپ + ماں + بیٹے	۶	۱	۱	۴ (مساوی حصے)
۸۔	باپ + ماں + ایک بیٹی (حاجب نہ ہوں)	۵	۲	۱	۳
۹۔	باپ + ماں + ایک بیٹی (حاجب ہوں)	۲۴	۵	۴	۱۵ (سوائے آیت اللہ الخوئیؒ کے)
۱۰۔	باپ + ماں + ایک بیٹی (حاجب ہوں یا نہ ہوں)	۵	۱	۱	۳ (صرف آیت اللہ خوئیؒ کے فتویٰ کے مطابق)
۱۱۔	باپ + ماں + بیٹیاں	۶	۱	۱	۴ (مساوی حصے)
۱۲۔	باپ + ماں + بیٹے + بیٹیاں	۶	۱	۱	۴ (ہر بیٹے کو بیٹی کا دوگنا حصہ ملے گا)
			(باپ یا ماں)		
۱۳۔	باپ یا ماں + ایک بیٹا	۶	۱		۵
۱۴۔	باپ یا ماں + بیٹے	۶	۱		۵ (مساوی حصے)
۱۵۔	باپ یا ماں + ایک بیٹی	۴	۱		۳
۱۶۔	باپ یا ماں + بیٹیاں	۵	۱		۴ (مساوی حصے)
۱۷۔	باپ یا ماں + بیٹے + بیٹیاں	۶	۱		۵ (ہر بیٹے کو بیٹی کا دوگنا حصہ ملے گا)

(مرتبہ مولانا صادق حسن صاحب)

ماڈل

وصیّت نامہ

تصویر

مقام و تاریخِ وفات ____________________

(وصی یا وارث پُر کرے)

پورا نام : ____________________

شناختی کارڈ نمبر : | | - | | | | | | | - | | | | |

تاریخِ پیدائش : ____________________

مکمّل پتہ : ____________________

____

دین : ____________ فقہ : ____________

وصیّت کرنے والا جس مجتہد جامع الشرائط کی تقلید کرتا ہو، اُس کا نام :

____

پہلا حصّہ

وصی کا تقرّر

میں مندرجہ ذیل شخص/ اشخاص کو وصی مقرر کرتا ہوں جس کو/ جن کو میری موت کے بعد میرے وصیّت نامہ پر عمل درآمد کرنے کا اختیار ہوگا۔ جس میں اثاثوں کی وصولی، ادائیگی اور ورثاء میں تقسیم شامل ہے۔ تمام ورثاء کو تاکید کی جاتی ہے کہ وصی سے ہر قسم کا تعاون کریں۔ نیز وصی اور ورثاء کے مابین کسی قسم کے اختلاف کی صورت میں مجتہد یا مجتہد کے وکیل کی طرف رجوع کریں۔

۱) وصی کا نام : ______________________

پتہ : ______________________

____

دوسرا وصی/ پہلے وصی کی معذوری کی صورت میں:

۲) وصی کا نام : ______________________

پتہ : ______________________

____

مذکورہ وصی/ اوصیاء کی معذوری کے صورت میں:

۳) مجتہد اعلم یا اس کا کوئی وکیل۔

نوٹ :-

مندرجہ بالا میں غیر متعلقہ اُمور کاٹ (✗) دیے جائیں اور مطلوبہ اُمور پر (✓) نشان بنا دیا جائے۔

دوسرا حصّہ

ولی کا تقرّر

میرے والد محترم ______________________ میری موت کے بعد میرے نابالغ بچوں کے ولی کے فرائض ان کے سنِ رُشد تک انجام دیں گے۔ میرے والد بزرگوار کی معذوری یا ضعیفی یا موت کی صورت میں مندرجہ ذیل شخص ولی کے فرائض انجام دے گا۔

(i) محترم/محترمہ : ______________________

☆ ان کی معذوری کی صورت میں:

(ii) محترم/محترمہ : ______________________

تیسرا حصّہ

اصل ترکہ میں سے کی جانے والی ادائیگیاں

میرا وصی میرے اصل ترکہ (ترکہ کی کُل مالیت) میں سے پہلے مندرجہ ذیل ادائیگیاں عمل میں لائے۔

(جہاں تک ممکن ہو رقم درج کریں)

☐ غسل و کفن اور دفن کا خرچہ

☐ قابلِ تقسیم ترکہ کے ایک تہائی حصّے (وصیّت نامہ حصّہ ۴) سے ادا کیا جائے۔ ____________ رقم

☐ اصل ترکہ (وصیّت نامے کے اِس حصّے) سے ادا کیا جائے۔ ____________ رقم

(میت کے دوسرے اخراجات، مثلاً: میت گاڑی، مجالس و فاتحہ و صدقات وغیرہ وصیّت نامہ حصّہ ۴ کے مطابق ادا کیئے جائیں) ____________ رقم

☐ میرے شوہر یہ خرچہ برداشت کریں۔

☐ میری زوجہ مسمّاۃ ____________ کا مہر ____________ رقم

☐ حساب ہو چکا ہے۔ ☐ ادا کرنا ہے۔

☐ قرض/قرض حسنہ درج ذیل ہے۔

قرض دہندگان کے نام اور پتے :

____________________ ____________ رقم

____________________ ____________ رقم

____________________ ____________ رقم

____________________ ____________ رقم

☐ کوئی قرضہ واجب الادا نہیں ہے۔ ☐ قرضہ کی ادائیگی کرنا ہے۔

☐ ردِّ مظالم (کسی کو مالی نقصان پہنچایا ہو تو اُس کا معاوضہ) اور دِیّت (کسی کو جسمانی نقصان پہنچایا ہو تو اس کا معاوضہ) جو درج ذیل ہے۔

____________________ ____________ رقم

____________________ ____________ رقم

____________________ ____________ رقم

____________________ ____________ رقم

☐ جہاں رقم درج نہیں ہے وہاں وصی رقم کا تعیّن کرے۔ ☐ نقصان/ایذا رسانی کی تفصیل علیحدہ کاغذ پر درج ہے۔

☐ خمس/زکوٰۃ

واجب الادا ہے		واجب الادا نہیں ہے
☐	سہمِ امامؑ	☐
☐	سہمِ سادات	☐
☐	زکوٰۃ/عُشر	☐
☐	فطرہ	☐

(اگر خانہ میں رقم درج نہ کی گئی ہو تو درج ذیل اُمور میں سے جہاں کہیں اطلاق ہوتا ہو وہاں تفصیل درج کریں)۔

ادائیگیٔ خمس کی سالانہ تاریخ ____________

ادائیگیٔ زکوٰۃ کی سالانہ تاریخ ____________

☐ خمس/زکوٰۃ باقاعدگی سے ادا کی جاتی رہی ہے چنانچہ میرا وصی سالانہ تاریخ سے مرنے کی تاریخ تک حساب کرے۔

☐ خمس/زکوٰۃ بے قاعدگی سے ادا کی گئی ہے جس کی تفصیل علیحدہ کاغذ پر درج ہے۔ چنانچہ وصی واجب الادا رقم کا تعیّن کر کے ادا کرے۔

☐ خمس/زکوٰۃ کبھی ادا نہیں کیا گیا۔

☐ واجب حج:

☐ ذمّہ نہیں ہے/ادا ہو گیا ہے۔ ____________ رقم

☐ ذمّہ ہے، اور میرے شہر سے اس کی نیابت کرائی جائے۔ ____________ رقم

☐ ذمّہ ہے، اور نیابت میقات سے کرائی جائے، میرے شہر سے نہیں۔ ____________ رقم

☐ وصی حساب کرے اور حج کو واجب پائے تو نیابت کرائے، مگر نیابت میرے شہر سے کرائے۔ ____________ رقم

☐ وصی حساب کرے اور حج کو واجب پائے تو نیابت کرائے، مگر نیابت میقات سے کرائے۔

رقم ________

نوٹ : (اگر وصیت کرانے والے نے میقات سے نیابت کرانے کی وصیّت کی ہے تو اس کا خرچ اصل مال سے نکلے گا اور گر اپنے شہر سے نیابت کی وصیت کی ہے تو جو میقات کے خرچ سے زائد خرچ ہے وہ ۱/۳ سے ادا کیا جائے گا)

حصّہ ۴

قابل تقسیم ترکہ کے ایک تہائی کی بابت وصیّت

وصیّت نامہ کے تیسرے حصّہ کے مطابق تمام واجب الادا رقوم کی ادائیگی کے بعد بقیہ ترکہ کے ایک تہائی حصّہ پر اپنا حق وصیّت استعمال کرتے ہوئے وصیّت کرتا ہوں۔ چنانچہ میرے وصی پر لازم ہے کہ مذکورہ حصّہ (ایک تہائی) پر مندرجہ ذیل ہدایات کے مطابق عمل کرے۔

وصیّت کی تفصیل	جہاں تک ممکن ہو رقم درج کریں
☐ غسل و کفن اور دفن کے اخراجات۔	رقم ________
☐ میّت گاڑی، مجالس و فاتحہ اور صدقات وغیرہ۔	رقم ________
☐ تدفین کی رات کا صدقہ۔	رقم ________
☐ نمازِ وحشت اجارہ پر (معاوضہ دے کر)۔	رقم ________
☐ وصی کی اُجرت۔	رقم ________
☐ قضا نمازیں اجارہ پر۔	رقم ________

☐ ______ سال/ ماہ کی قضا ہے۔

☐ کوئی نماز قضا نہیں ہے۔

وصیّت کی تفصیل | **جہاں تک ممکن ہو رقم درج کریں**

☐ قضا روزے اجارہ پر۔ ________ رقم

☐ ____ ماہ/ دن کے روزے قضا ہیں۔

☐ کوئی روزہ قضا نہیں ہے۔

☐ واجب حج۔ ________ رقم

☐ اپنے شہر سے حج کرایا جائے (یعنی میقات کے حج کے خرچ سے زائد خرچ)۔

☐ واجب کفّارے۔ ________ رقم

☐ حج کے کفّارے (قربانی) ☐ روزوں کے کفّارے

☐ روزوں کا فدیہ ☐ نذر/ عہد/ قسم توڑنے کفّارے

☐ کوئی کفّارہ واجب الادا نہیں ہے۔

☐ سنت عبادات

☐ حج ________ رقم

☐ عمرہ ________ رقم

☐ زیارات ________ رقم

☐ میری زوجہ ________ کو اس کے حق وراثت کے علاوہ ________ رقم

☐ میری مندرجہ ذیل اولاد کو اس کے حق وراثت کے علاوہ

________ ________ رقم

________ ________ رقم

________ ________ رقم

________ ________ رقم

________ ________ رقم

میری خواہش

درج ذیل اُمور میں اگر وصیت کرنا چاہیں تو جس شخصیت کے بارے میں تمنا ہو ان کا نام تحریر کر کے پُر کر دیں۔

۱۔ میری خواہش ہے کہ میری نمازِ میّت جناب مولانا ________ صاحب قبلہ سے پڑھوائی جائے۔ اگر وہ راضی ہو جائیں۔

۲۔ میری خواہش ہے کہ میرے سوئم کی مجلس جناب ________ صاحب سے پڑھوائی جائے۔ اگر وہ راضی ہو جائیں۔

۳۔ میری خواہش ہے کہ میرے چہلم کی مجلس جناب ________ صاحب سے پڑھوائی جائے۔ اگر وہ راضی ہو جائیں۔

۴۔ میری خواہش ہے کہ میرا حج ________ صاحب سے کرایا جائے۔ اگر وہ راضی ہو جائیں۔

۵۔ میری خواہش ہے کہ میرا عمرہ ________ صاحب سے کرایا جائے۔ اگر وہ راضی ہو جائیں۔

۶۔ میری خواہش ہے کہ میری طرف سے زیارتِ ________ (مقامِ زیارت کا نام) جناب ________ صاحب سے کرائی جائے۔ اگر وہ راضی ہو جائیں۔

معذرت نامہ

میں اپنے تمام رشتہ داروں، دوستوں اور دیگر متعلقین سے التجا کرتا ہوں کہ اگر میری جانب سے قصداً یا سہواً اُنہیں کسی بھی قسم کی روحانی، جسمانی یا ذہنی اذیت پہنچی ہو تو ازراہِ کرم مجھ کو تہِ دل سے معاف فرما دیں۔

نیز میں اپنے وصی/ ورثاء سے درخواست کرتا ہوں کہ میری یہ معذرت میرے تمام متعلقین بالخصوص مندرجہ ذیل افراد تک پہنچا دیں۔

۱۔ ________________

۲۔ ________________

۳۔ ________________

۴۔ ________________

۵۔ ________________

میں اُن تمام مسلمان بھائیوں سے بھی گزارش کرتا ہوں جن کی مجھ سے عمداً یا سہواً غیبت یا چغلی ہوگئی ہو، کہ وہ مہربانی فرما کر مجھے معاف کردیں۔

میں بھی اپنے بارے میں کی گئی کسی بھی برادرِ مسلم کی غیبت و چغلی یا کوئی اذّیتِ روحانی، ذہنی یا جسمانی (جس سے مجھے کوئی تکلیف پہنچی ہو) کو معاف کرتا ہوں۔

تاریخ ______________ دستخط ______________

یاداشت

یاداشت

یاداشت

Acc. No.............
Section......................Block..........
D.D. Class..
NAJAFI BOOK LIBRARY

ہماری مطبوعات

- طولِ عمر اور وسعتِ رزق کے سو مجرّب نسخے
- گھر کو جنت بنانے کے چودہ مجرّب نسخے
- مرضِ حُبّ دنیا: علامات اور علاج
- مرضِ تکبّر: علامات، تشخیص کے طریقے اور اس کا علاج
- وصیت نامہ کیسے لکھا جائے
- محبت
- امراضِ روحانی کی شناخت کی ۱۰۰ علامات
- حرام نگاہ
- بیٹی اللہ کی رحمت
- عظمت اور بلندی کے لیے علم ہی کافی ہے
- گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
- کردار سازی (حصہ اوّل)
- صدقہ: بھلائی کرنے کا سب سے اچھا راستہ
- اجتہاد اور تقلید پر اعتراضات کا تجزیہ
- دوستی
- ثواب وضو
- ترکِ گناہان کے چالیس طریقے
- آئینہ (حصہ اوّل)
- کردار سازی حصہ دوم (زیرِ طبع)
- فاصلاتی دینی تعلیم شمارہ ۱ .... ۱۳

مدرسة القائم علیہ السلام

A-50 بلاک 20، سادات کالونی، فیڈرل بی ایریا، کراچی

فون: 0334-3102169 , 021-6366644

ویب سائٹ: www.al-qaaim.com ای میل: info@al-qaaim.com

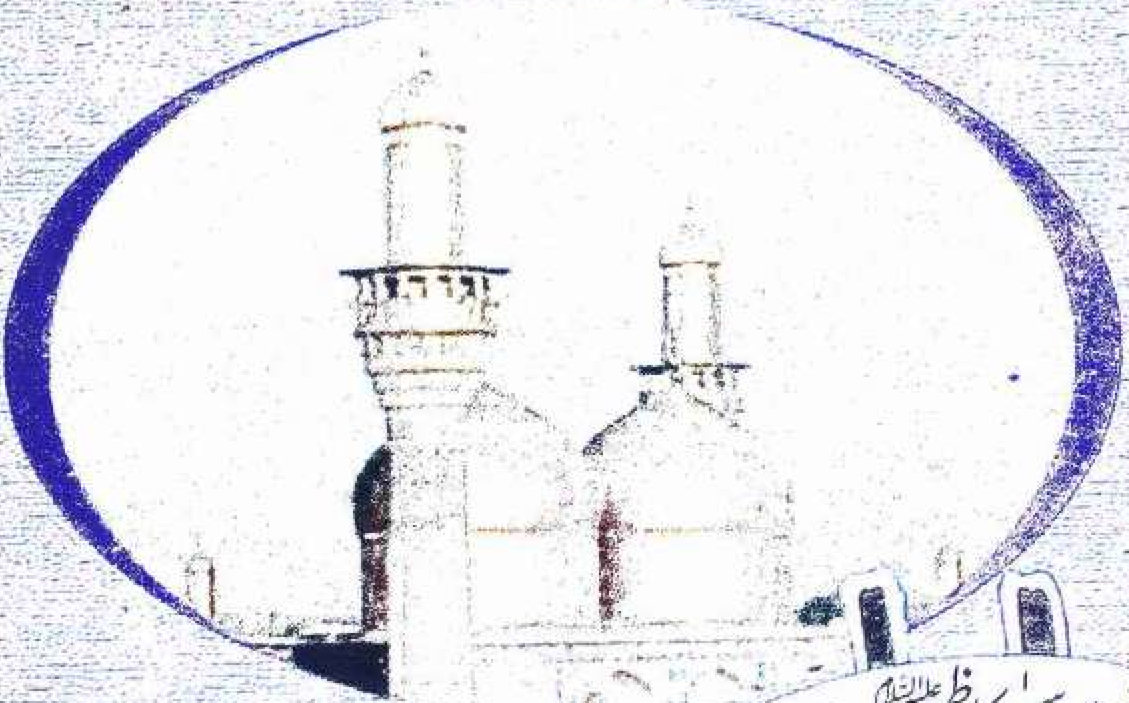

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا

تمہارے اعمال کا انجام بخیر ہونا
ممکن حد تک تمہارے اپنے بھائیوں کی حاجتوں کو
پورا کرنے اور ان کے ساتھ حُسن سلوک کرنے میں ہے
ورنہ ۔! تمہارا کوئی عمل قبول نہیں کیا جائے گا،
اپنے بھائیوں کے ساتھ مہربانی اور ان پر رحم کرو
تو ہم سے آملو گے۔۔

تجلیات حکمت